غیر اللہ سے دعا کرنا باطل عمل ہے

پچاس دلیلوں کی روشنی میں

تالیف:

فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسی

الترجمة الأردية لكتاب:

خمسون دليلا على بطلان دعاء غير الله

لفضيلة الشيخ ماجد بن سليمان الرسي/ حفظه الله

تفصیلاتِ کتاب

* کتاب	:	غیر اللہ سے دعا کرنا باطل عمل ہے-پچاس دلیلوں کی روشنی میں
* تالیف	:	فضیلۃ الشیخ: ماجد بن سلیمان الرسی
* ترجمہ	:	سیف الرحمن تیمی
* سن اشاعت	:	۱۴۴۲ھ-۲۰۲۰ء
* صفحات	:	۱۹۶
* ایمیل (مترجِم):		binhifzurrahman@gmail.com
* موبائل (مترجِم)	:	00966538944845

۞اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

جس مقصد کے لیے اللہ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، فرمان باری تعالی ہے: { وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾} [سورة الذاريات:56].

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

عبادت میں وہ تمام ظاہری وباطنی اقوال وافعال شامل ہیں جو اللہ کو محبوب اور پسند ہیں۔

"چناں چہ نماز، زکاۃ، روزہ، حج، صدق گوئی، امانت کی ادائگی، والدین کی فرمانبرداری، رشتہ داری، وعدہ پورا کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنا، پڑوسی، یتیم ومسکین، مسافر اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، چوپایوں پر رحم کھانا، دعاو مناجات، ذکر واذکار اور تلاوت قرآن جیسے اعمال کا اہتمام کرنا، یہ سب عبادت میں شامل ہیں۔

اسی طرح اللہ ورسول سے محبت رکھنا، اللہ سے خوف کھانا اور اس سے توبہ وانابت کرنا، تمام اعمال کو صرف اس کے لیے خالص رکھنا، اس کے فیصلے پر صبر کرنا، اس کی نعمت ونوازش پر شکر ادا کرنا، اس کے قضاء وقدر پر راضی رہنا، اس پر توکل اور بھروسہ کرنا، اس کی رحمت کی امید رکھنا، اس کے عذاب سے خائف رہنا، اور اس طرح کے دیگر (قلبی اعمال بھی) اللہ کی عبادت میں داخل ہیں"[1]۔

عبادت کی ضد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں شرک کیا جائے، بایں طور کہ انسان کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے اور اللہ کی طرح اس کی عبادت کرے، اللہ کی طرح اس سے خوف کھائے اور جس طرح اللہ کی

---

[1] منقول از: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: (۱۰/۱۴۹-۱۵۰) معمولی تصرف کے ساتھ۔

قربت حاصل کرنے کے لیے عبادت انجام دیتا ہے، اسی طرح اس کے تقرب کے لیے بھی کرے، مثلا اسے پکارے، اس کے لیے نماز ادا کرے، اس کے نام پر خون بہائے اور اس کے لیے نذر و نیاز مانے وغیرہ۔

اس مختصر مقالہ میں بالخصوص جس موضوع پر بحث کی گئی ہے وہ ہے: غیر اللہ کے لیے عبادتِ دعا کو انجام دینے، اور غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی عقلی اور نقلی دلیلوں کا بیان۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے یہ عرض ہے کہ دعا ایک عظیم الشان عبادت ہے، جسے اللہ نے بہت سی آیتوں میں بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے، اور نبی ﷺ نے بہت سی صحیح احادیث کے اندر اس کے مقام و مرتبہ کو بیان فرمایا ہے، اس کے باوجود دعا ان عبادتوں میں سے ہے جن میں لوگ اکثر و بیشتر اللہ اور مخلوق کے درمیان شریک مقرر کرتے ہیں، نہایت افسوس کی بات ہے کہ اسلام کی طرف اپنی نسبت رکھنے والے بہت سے لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، خواہ وہ پکارے جانے والے انبیاء ہوں یا صالحین، کچھ لوگ یہ پکارتے ہیں: اے اللہ کے نبی! میری مدد فرما۔ یا یہ ندا لگاتے ہیں: اے عبد القادر جیلانی! میں تجھ سے اپنے گناہوں کا شکوہ کرتا ہوں، یا یہ کہتے ہیں: اے بدوی! (ایک پیر کا نام) مدد کر، [اے غوث! میری فریاد سن لے، یا یہ کہ: اے معین الدین چشتی! مجھ پر نظر کرم فرما] یا یہ کہ: میں تجھ سے رزق میں کمی، یا دشمن کے غلبہ و تسلط، یا قلتِ اولاد کا شکوہ کرتا ہوں، یا یہ کہ: میں تجھ سے فلاں شخص کا شکوہ کرتا ہوں جس نے مجھ پر ظلم کیا، یا یہ کہ: میں تیرے در کا زائر ہوں، تیرا مہمان ہوں، تیرا پڑوسی ہوں، یا یہ کہ: جو تیری پناہ طلب کرتا ہے، تو اسے اپنی پناہ سے نوازتا ہے، یا یہ کہ: تو وہ سب سے بہترین پناہ گاہ ہے جس کی پناہ طلب کی جائے، یا یہ کہ: مجھے اولاد عطا کر، یا جب کوئی ٹھوکر کھائے تو یہ پکارے: اے محمد کی جاہ، اے محترمہ نفیسہ، [اے غوث! اے میرے پیر و مرشد! اے معین الدین چشتی! اے خواجہ اجمیری!] یا یہ کہ: اے میرے آقا شیخ فلاں، اور اس طرح کی دیگر وہ باتیں جن میں غیر اللہ کو پکارنا، اس کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے تعلق داری رکھنا داخل ہو، کچھ لوگ کاغذ پر (اپنی مرادیں) لکھ کر اسے

قبروں پر لٹکا دیتے ہیں، یا کوئی رجسٹر تیار کرتے ہیں جس میں یہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے فلاں (پیر و بزرگ) کی پناہ طلب کی، پھر اس رجسٹر کو لیکر کسی بزرگ کی قبر پر جاتے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کر سکیں! ایسا نادار شخص اس بات سے غافل رہتا ہے کہ وہ اس مردہ کو پکارنے کی وجہ سے اپنی گردن سے اسلام کا طوق نکال پھینکتا ہے، گرچہ وہ نماز وروزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور بزعم خویش خود کو مسلمان ہی کیوں نہ گردانتا ہو۔

آنے والے صفحات میں اللہ کی (توفیق و) تیسیر (آسانی) سے اس بات کے عقلی اور نقلی دلائل ذکر کیے گئے ہیں کہ غیر اللہ سے دعا کرنا باطل وبے بنیاد عمل ہے، تاکہ عقل مند کے لیے معاون اور جاہل کے لیے تذکیر ویاد دہانی ثابت ہوں، اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو یہ توفیق عنایت کرے کہ ہم اپنے تمام اعمال کو صرف ایک اللہ کے لیے خالص رکھیں، ہمیں اور تمام مسلمانوں کو شرک اور گمراہی کی راہوں سے باز رکھے، واللہ أعلم، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

از قلم: ماجد بن سلیمان الرسی

بروز منگل، بوقت صبح، ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

موبائل: ۰۰۹٦٦۵۰۵۹۰٦۷٦۱

مملکت سعودی عرب

www.said.net/book

majed.alrassi@gmail.com

فہرستِ موضوعات:

- مقدمہ
  - اصولی باتیں
  - تمام عبادتوں میں دعا کا مقام ومرتبہ
- باب: ایک اللہ کو پکارنے کا حکم اور اس کے سوا ہر کسی کو پکارنے کی ممانعت
- باب: غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی پچاس دلیلیں:
  - پہلی دلیل: یہ کہ اللہ پاک نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام تر عبادتیں صرف ایک اللہ کے لیے خالص رکھی جائیں، جیسے دعا وغیرہ، چناں چہ جس نے اس طرح کی کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے انجام دی خواہ مشترکہ طور پر ہو یا مستقل طور پر، تو اس نے اللہ عظیم وبرتر کے ساتھ شرک کیا۔
  - دوسری دلیل: قرآن وسنت نے دعا میں اخلاص کو قائم رکھنے کی خصوصی تاکید کی ہے، اور اسے غیر اللہ کے لیے انجام دینے سے روکا ہے۔
  - تیسری دلیل: اللہ، فرشتے اور اہل علم نے یہ گواہی دی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔
  - چوتھی دلیل: غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے، خواہ اس کا ذریعہ ووسیلہ جو کچھ بھی ہو۔
  - پانچویں دلیل: غیر اللہ کی عبادت کرنا (در اصل) اس فطرت سے انحراف کرنا ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اور وہ ہے صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا۔
  - چھٹی دلیل: غیر اللہ کی عبادت کرنا بالکل ان مشرکوں کے عمل کی طرح ہے جن کے درمیان اللہ نے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

- ساتویں دلیل: اگر انبیاء وصالحین جیسے غیر اللہ کو پکارنا درست ہوتا تو اللہ اس کا حکم ضرور دیتا- اللہ اس سے بری وبالاتر ہے- نیز نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس پر عمل پیرا ہوتے۔
- آٹھویں دلیل: جو شخص غیر اللہ کی عبادت بجالاتا اور اس سے دعا کرتا ہے تو وہ اس معبود کو، محبت اور تعظیم میں اللہ کے برابر ٹھہراتا ہے۔
- نویں دلیل: اللہ عزیز وبرتر کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں ریا کی آمیزش ہو، کیوں کہ اللہ بزرگ وبرتر ہر طرح کے شریک وساجھی سے بے نیاز ہے، بنابریں دعا میں شرک کرنا بھی ایک مردود عمل ہے، کیوں کہ دونوں کا دروازہ ایک ہے، اور وہ ہے مخلوق کا تقرب حاصل کرنا۔
- دسویں دلیل: اللہ نے اپنی کتاب میں یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک اللہ کے سوا کوئی اور دعا قبول نہیں کرتا، لہذا اس پر ایمان لانا واجب ہے۔
- گیارہویں دلیل: اللہ نے یہ صراحت کی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کو پکارنا باطل عمل ہے، جو کہ متلاشیانِ حق کے لیے کافی وشافی ہے۔
- بارہویں دلیل: اللہ نے غیر اللہ کو پکارنے والے پر یہ حکم لگایا ہے کہ وہ سب سے گمراہ شخص ہے۔
- تیرہویں دلیل: اللہ کی دعا کو ترک کرنا غضبِ الٰہی کے اسباب میں سے ہے، یہ اس حال میں جب کہ دعا گو اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارتا ہو، اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ (اس شخص سے اللہ کتنا ناراض ہوگا جو) جب بھی دعا کرتا ہے تو غیر اللہ سے ہی کرتا ہے؟
- چودھویں دلیل: اللہ تعالی نے اس شخص کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو غیر اللہ کو پکارتا ہے۔

- پندرہویں دلیل: جو لوگ انبیاء وصالحین کو پکارتے ہیں وہ بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ایک اللہ ہی ہمارا پالنہار اور خالق ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے، اس اقرار سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ عبادت میں بھی اللہ کو ایک جانیں جیسے ربوبیت میں اس کو ایک مانتے ہیں، اور دعا ایک عظیم ترین عبادت ہے۔
- سولہویں دلیل: اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارا جاتا ہے وہ علم کے اعتبار سے عاجز ہیں۔
- سترہویں دلیل: اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارا جاتا ہے وہ قدرت وقوت کے اعتبار سے عاجز ہیں۔
- اٹھارہویں دلیل: اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارا جاتا ہے وہ ملکیت اور بادشاہی کے اعتبار سے عاجز ہیں۔
- انیسویں دلیل: اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارا جاتا ہے وہ تخلیق کے اعتبار سے عاجز ہیں۔
- بیسویں دلیل: اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارا جاتا ہے وہ تدبیر کے اعتبار سے عاجز ہیں۔
- اکیسویں دلیل: یہ معبود رزق پہنچانے سے عاجز ہیں۔
- بائسویں دلیل: اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے، وہ ہمیشہ باقی رہنے والے نہیں، بلکہ وہ فنا ہو کر زمین میں خاک ہو جائیں گے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عبادت کرنا باطل اور بے بنیاد عمل ہے، کیوں کہ اگر ان کی عبادت برحق ہوتی تو وہ ہمیشہ باقی رہتے!
- تیئسویں دلیل: کتاب وسنت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مردہ انسان کا دنیا سے ہرگز کوئی رابطہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس سے یکسر غافل ہوتا ہے، خواہ اس کی روح علیین

میں ہو یا سجین میں، جس شخص کی یہ حالت ہو، اس کے بارے میں بھلا کیوں کر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مرادوں کو برلائے گا اور ضرورتیں پوری کرے گا؟!

- چوبیسویں دلیل: جو لوگ مردوں اور جمادات جیسے غیر اللہ کو پکارتے ہیں، ان کے اس عمل کا مطلب یہ ہے کہ وہ مردوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندوں سے زیادہ بلند مرتبے پر فائز ہیں، کیوں کہ عموماً وہ ایسے لوگوں کو ان کی زندگی میں نہیں پکارا کرتے، لیکن جب وفات پا جاتے ہیں کہ تو انہیں پکارنے لگتے ہیں، جو کہ شریعت، عقل اور فطرت سلیمہ کے مخالف ہے جو اس بات پر دال ہیں کہ زندہ لوگ مردوں سے زیادہ بلند مرتبہ کے حامل ہیں۔
- پچیسویں دلیل: اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ قیامت کے دن ان کی عبادت کرنے والوں کو ذلیل ورسوا کریں گے اور ان کی عبادت سے اپنی برائت ظاہر کریں گے، خواہ (دنیا میں وہ) ان کی عبادت سے راضی رہے ہوں یا نہیں۔
- چھبیسویں دلیل: قرآن میں اللہ نے کافروں کے بارے میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ جہنم میں یہ اعتراف کریں گے کہ اللہ کے علاوہ غیروں کو پکارنا بے سود اور بے بنیاد عمل تھا۔
- ستائسویں دلیل: قبر والوں کو پکارنے سے یہ لازم آتا ہے کہ سماعت (سننے) اور علم (جاننے) کی صفت میں انہیں اللہ کے برابر ٹھہرایا جائے (جو کہ واضح شرک ہے)۔
- اٹھائسویں دلیل: مخلوق آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر نہیں ہیں، تو بھلا وہ اپنے خالق کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جو کہ عزت وجلال کا مالک (اللہ) ہے۔
- انتیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے سے یہ لازم آتا ہے کہ دوسری ان عبادتوں کو بھی غیر اللہ کے لیے انجام دیا جائے جن کے اندر غیر اللہ کو پکارنا شامل ہے۔

○ تیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے، اس کے پیش نظر یہ عمل حرام ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ان پکارے جانے والوں کے سلسلے میں ربوبیت کا عقیدہ رکھا جانے لگتا ہے، خواہ مستقل طور پر ہو یا اللہ کے ساتھ شرکت کے طور پر۔

○ اکتیسویں دلیل: انبیائے کرام اور حق وراستی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے صالحین اس بات سے راضی نہیں ہوتے کہ لوگ ان کے لیے کسی طرح کی عبادت انجام دیں، خواہ ان کی زندگی میں ہو یا ان کی وفات کے بعد۔

○ بتیسویں دلیل: رسول ﷺ لوگوں کو اس بات سے منع کرتے تھے کہ وہ آپ کی تعریف و تعظیم میں مبالغہ سے کام لیں، تو بھلا اس شخص کے بارے میں (آپ ﷺ کی کیا رائے ہو سکتی ہے) جو آپ کو یا کسی اور کو دعا میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں؟!۔

○ تینتیسویں دلیل: یہ انبیاء و صالحین اور فرشتے جن سے دعا کی جاتی ہے، وہ خود اللہ کے بندے ہیں جو نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں، جو خود اللہ کا بندہ ہو وہ اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ اس کی عبادت کی جائے یا لوگ اس کا تقرب حاصل کریں۔

○ چونتیسویں دلیل: یہ انبیاء و صالحین جنہیں پکارا جاتا ہے، وہ خود زندوں کے دعا واستغفار کے محتاج ہیں، کیوں کہ مرنے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

○ پینتیسویں دلیل: مردوں کو پکارنا اس لیے بھی باطل عمل ہے کہ نبی ﷺ نے ایسے شخص کی تعریف فرمائی جس نے آپ سے کوئی دنیوی چیز طلب نہیں کی، اور ایسے شخص کو آپ نے اس پر فضیلت دی جس نے آپ سے کوئی چیز طلب کی، بلکہ آپ نے ایسے بہت سے لوگوں کی مذمت بھی کی جس نے آپ سے کسی جائز اور ممکن چیز کا مطالبہ کیا اور انہیں یہ تعلیم دی کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا کریں، تاکہ انہیں اس کی تربیت دیں کہ وہ صرف ایک اللہ سے اپنا رشتہ استوار رکھیں، اب بھلا آپ اس شخص کے بارے

میں کیا کہیں گے جو نبی ﷺ یا کسی اور سے ایسی حاجتیں طلب کرتا ہے جنہیں صرف اللہ رب العالمین ہی پوری کر سکتا ہے؟

- چھتیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ جس قدر اللہ کی توحید پر قائم رہتا اور اس کے سامنے ذلت اور محتاجگی کا مظاہرہ کرتا ہے، اسی قدر اللہ اسے عزت وسربلندی عطا کرتا اور اس کی قدر ومنزلت کو بلند فرماتا ہے۔

- سینتیسویں دلیل: انبیائے کرام غیر اللہ کو پکارنے والے سے کنارہ کش رہتے تھے ،خواہ ان کے قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل باطل اور منکر ہے۔

- اڑتیسویں دلیل: منعم اور محسن کا یہ حق ہے کہ اس کی نعمتوں پر شکر بجالایا جائے، اور اللہ کا شکر یہی ہے کہ خالص اسی کی عبادت کی جائے۔

- انچالیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل اور کفریہ عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عرب کے بعض قبیلوں نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد فریضہ زکاۃ کا انکار کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے مرتدوں کی طرح قتال کیا، اگر آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دیکھتے تو کیا فرماتے جو عبادت کی روح اور اس کی اصلیت -یعنی دعا- کو غیر اللہ کے لیے انجام دیتے ہیں؟

- چالیسویں دلیل: مردہ کو پکارنا اور اس سے لو لگانا، انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے زیادہ سنگین عمل ہے، جب کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے بلکہ بہت سی احادیث میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی جو انبیاء کی قبروں کو مسجد بناتے ہیں، یعنی قبروں کے پاس نماز پڑھتے اور اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں، جب وہ شخص ملعون ہے جو قبروں کو مسجد بناتا اور وہاں پر اللہ تعالی کی عبادت کرتا اور اسی سے دعا مانگتا ہے، تو ایسا شخص

تو بدرجہ اولی لعنت کا مستحق ہوگا جو قبروں کا قصد اس لیے کرتا ہے کہ وہاں پر غیر اللہ کو پکارے، غیر اللہ کے سامنے ذلت وانکساری کا مظاہرہ کرے، اور غیر اللہ کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آئے، یہ بھی غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل ہے۔

- اکتالیسویں دلیل: یہ بات درست نہیں کہ بندہ کا ایک سے زائد آقا ہو جو اس کی ملکیت رکھتا ہو، کیوں کہ اس طرح مختلف آقاؤں کے احکام کی بجاآوری اس پر دشوار ثابت ہوگی، تو یہ بات بھی بدرجہ اولی درست نہیں ہے کہ بندہ کا ایک سے زائد معبود ہو جس کی وہ عبادت کرے۔

- بیالیسویں دلیل: انسان اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ غلاموں کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک وساجھی ہو، تو آخر وہ اللہ کے لیے کیوں کر یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے خالص حق میں اس کا کوئی بندہ اس کا شریک ہو اور وہ حق ہے اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت؟

- تینتالیسویں دلیل: دلوں کے اندر صالحیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب تمام عبادتوں اور بطور خاص دعا کو صرف اللہ کے لیے خالص رکھا جائے، جب بندہ غیر اللہ سے اپنا رشتہ جوڑ لے اور شرعی حد سے بڑھ کر اس سے محبت کرنے لگے تو یہ اس کے لیے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

- چوالیسویں دلیل: ایسا کرنے والوں کو اپنے عمل پر نہ تو بھروسہ ہوتا ہے ، نہ وہ اس سے مطمئن رہتے ہیں اور نہ ہی اس پر ثابت قدم رہتے ہیں، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ مختلف معبودوں کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں، کبھی اس مردہ کے پاس تو کبھی اُس مردہ کے پاس۔

- پینتالیسویں دلیل: عبادت گزار اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کرتا ہے، اس سے اس کی محبت وقتی محبت ہوتی ہے، جو کہ جلد ہی ختم ہو جاتی ہے بایں طور کہ وہ دوسرے

معبودوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یا ان معبودوں (کی قبریں) فنا اور تباہ ہو جاتی ہیں، لیکن ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ہمیشہ اللہ سے ہی محبت کرتا ہے۔

- چھیالیسویں دلیل: بارش کا نزول اور عذاب کا ازالہ جیسے بڑے بڑے امور صرف ایک اللہ کو پکارنے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔
- سینتالیسویں دلیل: جو لوگ قبر میں مدفون مُردوں کو پکارتے ہیں، ان کی دعائیں شاذ و نادر ہی قبول ہوتی ہیں ، عموماً ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔
- اڑتالیسویں دلیل: قبر پرست حضرات قبروں پر جاکر دعا و مناجات اور تقرب کے جو اعمال انجام دیتے ہیں، ان پر کچھ کافروں کو بھی تعجب ہوتا ہے اور وہ انہیں کراہت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- انچاسویں دلیل: قبروں اور مزاروں کی تعظیم سے امت اسلامیہ پر ایسے برے اثرات ظاہر ہوئے ہیں جن کا تعلق زمین کی آبادکاری جیسے اہم معاملات سے ہے۔
- پچاسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے والوں کی دلیل یا تو حدیث سے متعلق شبہات ہیں جیسے ضعیف اور موضوع احادیث، یا عقل وخرد سے متعلق شبہات ہیں ، یا (انسان کے) وضع کردہ تجربات ہیں، یا قصے، حکایات اور منامات ہیں، جب کہ ان دلائل پر نہ تو دین کی فروعات میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ دین کے اصول میں۔
- اکاونویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے والا اللہ کی اس خوشی سے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے جو اللہ سے لو لگانے، اس کے دربار میں خود کو پیش کرنے، بلا واسطہ اس سے دعا کرنے پر اللہ ظاہر کرتا ہے، وہ اللہ کی اس خوشی سے منہ پھیر کر اپنی ہی جیسی مخلوق کے سامنے گھٹنے ٹیکتا ہے۔

- مقالہ کے نتائج

اصول: دعا عبادت ہے

تمام عبادتوں کے درمیان دعا کا مقام ومرتبہ

دعا ایک عظیم الشان عبادت ہے، اللہ نے بہت سی آیتوں میں اسے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور نبی ﷺ نے بھی بہت سی صحیح احادیث کے اندر اس کے مقام ومرتبہ کو واضح فرمایا ہے، انہی احادیث میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "اللہ بڑا باحیا اور کریم ہے، اسے اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب کوئی آدمی اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو خالی اور ناکام ونامراد واپس کردے"[2]۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کو نہیں ٹال سکتی ہے"[3]۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز ومکرم کوئی چیز (عبادت) نہیں ہے"[4]۔

نبی کریم ﷺ نے دعا کی عظمتِ شان کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ: "دعا ہی عبادت ہے"، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: { وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ } [سورة غافر:60].
[5]

---

[2] اسے ترمذی (۳۵۵۶) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

[3] اس حدیث کو ترمذی (۲۱۳۹) نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن کہا ہے، دیکھیں: "الصحیحۃ" (۱۵۴)۔

[4] اس حدیث کو ترمذی (۳۳۷۰) نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

[5] اس حدیث کو ابوداود (۱۴۷۹) اور ترمذی (۲۹۶۹) وغیرہما نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

ترجمہ: تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہوچکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

عبادت کو دعا میں محصور کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ (عبادت) کلی طور پر (دعا میں ہی) محصور ہے، اس معنی میں کہ دعا کے اندر ہر قسم کی عبادتیں شامل ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ حدیث کا مقصود ہے دعا کی عظمت شان اور علو مرتبت سے آگاہ کرنا اور اس سے متنبہ کرنا کہ دعا عبادت کی روح، اس کا خالص ترین حصہ اور عظیم ترین رکن ہے۔ جیسے آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ: (حج عرفات میں وقوف ہے)[6]۔ نیز آپ کا یہ فرمان ہے کہ: (دین خیر خواہی کا نام ہے)[7]۔

کچھ لوگوں نے دعا کے عبادت ہونے میں شک وشبہ پیدا کر دیا ہے تاکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے اسے انجام دینے کی راہ ہموار کر سکیں، جبکہ یہ دعوی مردود اور ناقابل قبول ہے، کیوں کہ اللہ نے دعا کو عبادت سے موسوم فرمایا ہے، فرمان باری تعالی ہے: { ۞ قُلۡ إِنِّي نُهِيتُ أَنۡ أَعۡبُدَ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَمَّا جَآءَنِيَ ٱلۡبَيِّنَٰتُ مِن رَّبِّي } [سورة غافر:66].

ترجمہ: (اے محمد ﷺ ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں (اور میں ان کی کیوں کر پرستش کروں) جب کہ میرے پاس میرے پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں۔

---

[6] اسے نسائی (۳۰۱۶) وغیرہ نے عبد الرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

[7] اسے مسلم (۵۵) نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: { وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ } [سورة غافر:60].

ترجمہ: تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

یعنی وہ ذلیل وخوار ہو کر (جہنم میں ڈالے جائیں گے)، ان دونوں آیتوں میں اللہ نے دعا کو عبادت سے موسوم کیا ہے، جو کہ دعا کی عظمت شان کی دلیل ہے۔

نیز اللہ نے دعا کو دین سے بھی موسوم کیا ہے، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں آیا ہے:

{ فَإِذَا رَكِبُواْ فِي ٱلۡفُلۡكِ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمۡ إِلَى ٱلۡبَرِّ إِذَا هُمۡ يُشۡرِكُونَ ﴿٦٥﴾ } [سورة العنكبوت:65].

ترجمہ: پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔

اللہ پاک نے دین کو دعا کے بدل کے طور پر استعمال کیا ہے، اسے الف اور لام کے ساتھ معرفہ استعمال کیا ہے جو کہ معہود کا معنی دیتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دعا دین ہے، اور جو چیز دین ہو وہ عبادت ہے۔

نیز اللہ تعالی نے اپنی دعا کا حکم دیا ہے، اور ہر وہ چیز جسے کرنے کا اللہ حکم دیتا ہے وہ یا تو واجب عبادت ہوتی ہے یا مستحب عبادت، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں وارد ہوا ہے:

ترجمہ: تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: {ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ} [سورة الأعراف:55].

ترجمہ: اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

اسی طرح نبی ﷺ نے بھی اللہ کو پکارنے اور اس سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے ، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: "رہا رکوع تو اس میں تم اپنے رب تعالی کی بڑائی بیان کیا کرو، اور رہا سجدہ تو اس میں تم دعا میں کوشاں رہو کیونکہ یہ تمہاری دعا کی مقبولیت کے لیے زیادہ موزوں ہے "[8]۔

---

(8) صحیح مسلم: (۴۷۹)

شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابابطین رحمۃ اللہ علیہ [9] فرماتے ہیں: "ہر وہ عمل جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، خواہ وہ حکم واجب ہو یا مستحب، وہ عمل تمام علماء کے نزدیک عبادت ہے، چناں چہ جو شخص یہ کہے کہ بندے کا اپنے رب سے دعا کرنا اس کی عبادت نہیں ہے، تو وہ گمراہ بلکہ کافر ہے"[10]۔

---

[9] آپ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن ابابطین ہیں، آپ کی ولادت سنہ ۱۱۹۴ھ میں روضۃ سدیر میں ہوئی، شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بعض تلامذہ سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا، قاضی اور مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، پھر آپ کا شمار نجد کے کبار علماء میں ہونے لگا، یہاں تک کہ "مفتی الدیار النجدیۃ" کے لقب سے نوازے گئے، آپ کو فقہ میں مہارت حاصل تھی، بہت سے ممالک میں آپ نے تدریس کا فریضہ انجام دیا، آپ کے شاگرد بہت ہیں، ان میں نونیۃ ابن القیم کے شارح احمد بن ابراہیم بن عیسی (۱۳۲۹ھ)، مشہور تاریخ داں مؤلف عثمان بن عبد اللہ بن بشر (۱۲۹۰ھ) قابل ذکر ہیں جنہوں نے اسلامی عقیدہ کے دفاع میں مختلف کتابیں تالیف کیں، جن میں "الانتصار لحزب اللہ الموحدین والرد علی المجادل عن المشرکین"، "الرد علی البردۃ"، "تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس" سر فہرست ہیں، آپ کے بہت سے کچھ رسالے اور ردود بھی ہیں جن میں سے چند آپ کی کتاب "الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ" میں موجود ہیں اور بعض "مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیۃ" میں مذکور ہیں، آپ کی وفات شقراء کے اندر سنہ ۱۲۸۲ھ میں ہوئی، اللہ آپ کو اپنی کشادہ رحمت سے ڈھانک لے۔
مع تلخیص واضافہ از: مقدمہ کتاب "تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس"۔ یہ کتاب ڈاکٹر عبد السلام بن برجس آل عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، آپ کی سیرت کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے رجوع کریں: "الشیخ العلامۃ عبد اللہ بن عبد الرحمن أبابطین، مفتی الدیار النجدیۃ" از: ڈاکٹر علی بن محمد العجلان، ناشر: دار الصمیعی - ریاض

[10] تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس: ۱۲۷

باب: صرف ایک اللہ کو پکارنے کا حکم اور اس کے علاوہ ہر ایک کو پکارنے کی ممانعت

قرآن وحدیث میں صرف ایک اللہ کو پکارنے کا حکم، اور اس کے علاوہ ہر کسی کو پکارنے کی ممانعت آئی ہے، مثلاً اللہ تعالی کا یہ فرمان: {ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ} [سورة الأعراف:55].

ترجمہ: اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

نیز یہ فرمان: {وَسۡـَٔلُواْ ٱللَّهَ مِن فَضۡلِهِۦٓ} [سورة النساء:32].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔

شیخ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ(11) فرماتے ہیں: صرف ایک اللہ کو پکارنے کا حکم تقریباً ۳۰۰ مقامات پر مختلف پیرایوں میں آیا ہے، کبھی صیغہ امر کے ساتھ، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: {ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ} [سورة غافر:60].

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

---

(11) شیخ عبد الرحمن کا شمار نجد کے مشہور علماء میں ہوتا ہے‘ آپ کی ولادت سنہ ۱۳۱۹ھ میں ہوئی‘ آپ نے نجد کے بہت سے علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا‘ شیخ کی امتیازی پہچان یہ ہے کہ آپ نے مراجع ومصادر جیسے علمی ورثہ کی خدمت کی‘ ان کی تحقیق کی اور انہیں منظر عام پر لایا‘ ان خدمات میں سب سے نمایاں خدمت فتاوی ابن تیمیہ ہے‘ جسے آپ نے فہرست کے علاوہ (۳۵) جلدوں میں جمع کیا‘ جو شاہ سعود بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خرچ پر سنہ ۱۳۸۱ھ میں شائع ہوا‘ نیز آپ نے علمائے نجد کے فتاوے بھی یکجا کئے‘ بارہویں صدی کے شیخ محمد بن عبد الوہاب سے لے کر اپنے زمانے کے معاصر علماء تک (سبھوں کے فتاوے جمع کر دئے)‘ یہ کتاب "الدرر السنية فی الفتاوی النجدية" کے نام سے معروف ومتداول ہے‘ اور ۱۶ جلدوں پر مشتمل ہے‘ اس کی طباعت شاہ عبد العزیز آل سعود کے خرچ پر سنہ ۱۳۵۶ھ میں ہوئی‘ نیز شیخ نے سعودی عرب کے مفتی شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے بھی ۱۳ جلدوں میں جمع کر دیے ‘ جس کی طباعت شاہ فیصل بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے سنہ ۱۳۹۰ھ میں ہوئی۔

عقیدہ‘ اصول تفسیر‘ فقہ‘ حدیث اور نحو میں شیخ کی بہت سی تالیفات اور شروحات ہیں‘ اللہ نے ان کتابوں سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور مسلمانوں نے ان سے استفادہ کیا‘ اللہ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اجر جزیل سے نوازے۔

شیخ عبد الرحمن کی وفات سنہ ۱۳۹۲ھ میں ہوئی- رحمہ اللہ رحمة واسعة

نیز یہ کہ: {وَٱدۡعُوهُ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَۚ} [سورۃ الأعراف:29].

ترجمہ: اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔

کبھی اللہ نے ممانعت کے ساتھ اسے ذکر فرمایا، جیسا کہ اس آیت میں: {فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا ١٨} [سورۃ الجن:18].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

کبھی وعید کے ساتھ اسے مربوط فرمایا، جیسے اس فرمان میں: {فَلَا تَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ فَتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُعَذَّبِينَ ٢١٣} [سورۃ الشعراء:213].

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

کبھی اللہ نے یہ ثابت کیا کہ وہی الوہیت اور عبادت کا مستحق ہے، جیسا کہ فرمان ہے: {وَلَا تَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَۘ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ} [سورۃ القصص:88].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں۔

کبھی خطاب میں پکارنے والی کی نکیر کی، جیسا کہ فرمایا: {وَلَا تَدۡعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَۖ فَإِن فَعَلۡتَ فَإِنَّكَ إِذٗا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ١٠٦} [سورۃ یونس:106].

ترجمہ: اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔

کسی جگہ اللہ نے خبر دینے اور خبر طلب کرنے کا اسلوب اختیار کیا: {قُلۡ أَرَءَيۡتُم مَّا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُواْ مِنَ ٱلۡأَرۡضِ أَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٞ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِۖ} [سورۃ الأحقاف:4].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے یا آسمانوں میں ان کا کون سا حصہ ہے؟

کبھی ممانعت اور انکار کے معنی میں حکم کا اسلوب اختیار کیا: { قُلِ ٱدْعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلْأَرْضِ } [سورة سبأ:22].

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو، ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں ہے۔

کہیں یہ بیان کیا کہ دعا عبادت ہے، اور اسے غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک ہے: { وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَٰفِلُونَ ﴿٥﴾ } [سورة الأحقاف:5].

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔

نیز یہ کہ: {وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدْعُواْ رَبِّي عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا ٱعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾} [سورة مريم:48-49].

ترجمہ: میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ

کر محروم نہ رہوں گا۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) ان سب کو اور اللہ کے سوا ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انہیں اسحاق ویعقوب (علیہما السلام) عطا فرمائے، اور دونوں کو نبی بنادیا۔

حدیث میں آیا ہے: (دعا ہی عبادت ہے)[12]، اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے صحیح کہا ہے، اس حدیث میں (مبتدا اور خبر کے درمیان) ضمیرِ فصل استعمال کی گئی ہے، اور خبر کو معرفہ استعمال کیا گیا ہے، تاکہ حصر کا معنی دے، اور (یہ دلالت کرے کہ) دعا کے بغیر عبادت ہے ہی نہیں، اور ہر عبادت کا بیشتر حصہ دعا ہی پر مشتمل ہوتا ہے[13]، نیز آپ ﷺ نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، یہاں تک کہ اپنے نبی ﷺ کے تعلق سے فرمایا: ﴿قُلْ إِنَّمَآ أَدْعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشْرِكُ بِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٠﴾﴾ [سورة الجن:20].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

نیز اللہ نے یہ بھی خبر دی کہ وہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کرتا[14]۔

مؤلف: صرف ایک اللہ کو پکارنا واجب ہے، اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرنی ہو تو اللہ سے طلب کرو"[15]۔

---

[12] اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

[13] آپ نے بجا فرمایا' کیوں کہ کوئی بھی عبادت دعا سے خالی نہیں' جیسے نماز' حج' ذکر واذکار اور جہاد' یہ وہ عبادتیں ہیں جن میں اللہ کو پکارنا مشروع ہے' یہ الگ بات ہے کہ دعا بذات خود ایک مستقل عبادت ہے۔

[14] السیف المسلول علی عابد الرسول: ۱۳۱-۱۳۲ مع اختصار اور معمولی تصرف

[15] اسے ترمذی (۲۵۱۶) اور احمد (۱/۳۰۳) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

اگر غیر اللہ سے مانگنا درست ہوتا تو نبی ﷺ یہ رہنمائی فرماتے کہ: "مجھ سے مانگو، یا یہ کہتے کہ: مجھ سے مدد طلب کرو، اور جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا- جب کہ یہ سکھانے اور تعلیم دینے کا موقع تھا- تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مانگنا جائز نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے کہ میں اس کی بخشش کروں"[16]۔

غیر اللہ کو پکارنے کی صریح ممانعت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اس کا شریک ٹھہراتا رہا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا"[17]۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی، دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور ایک زبان ہو گی جو بولے گی، وہ کہے گی: مجھے تین لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے: ہر سرکش ظالم پر، ہر اس آدمی پر جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا ہو، اور مجسمہ بنانے والوں پر"[18]۔

---

[16] اس حدیث کو بخاری (۱۱۴۵) اور مسلم (۷۵۸) وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

[17] اسے بخاری (۴۴۹۷) نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

[18] اسے ترمذی (۲۵۷۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ[19] اللہ کے فرمان: { يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ } کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "یعنی کہ اللہ اپنی ذات کے ذریعہ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، وہ بڑا ہی سخی اور بے پناہ فیاض ہے، ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں، سب کے سب اپنی تمام تر حاجتیں اسی سے طلب کرتے ہیں، خواہ زبان حال سے کریں یا مقال سے، وہ ایک لمحہ بلکہ اس سے کم پل کے لیے بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، وہ اللہ تعالی: (ہر روز ایک شان میں ہے)، کسی فقیر کو امیر کرتا ہے اور کسی شکستہ دل کو تسلی بہم پہنچاتا ہے، ایک قوم کو نوازتا ہے تو دوسری کو محروم کرتا ہے، کسی کو موت دیتا تو کسی کو زندگی سے نوازتا ہے، کسی کو پست کرتا اور کسی کو بلندی عطا کرتا ہے، ایک کام اسے دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا، اور نہ مسائل (کا انبار) اس پر مشتبہ ہوتا ہے، الحاح وزاری کرنے والوں کی گریہ وزاریاں اور مانگنے والوں کی لمبی مانگ اسے ملول اور تنگ نہیں کرتیں، پاک ہے وہ سخی و داتا (پروردگار) جس کی نوازشوں سے زمین و آسمان بھرے ہوئے ہیں، جس کی مہربانی سے ہر پل اور ہر لمحہ تمام مخلوقات مستفیض ہو رہی ہیں، اعلی و برتر ہے وہ (رب) جسے گناہ گاروں کی نافرمانی اور اس سے اور اس کی سخاوت وفیاضی سے نا آشنا فقیروں کی بے نیازی نوازنے سے نہیں روکتی[20]۔

[19] آپ شیخ، علامہ ومفسر اور فقیہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی ہیں، آپ کا شمار نجد کے کبار علماء میں ہوتا ہے، قصیم کے شہر عنیزہ میں آپ نے سکونت اختیار کی، آپ کی ولادت سنہ ۱۳۰۷ھ میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۳۷۶ھ میں ہوئی، بہت سے طلبہ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مسلمانوں کے علماء بن کر نمودار ہوئے، جیسے شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز بن عقیل، شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن البسام، اور شیخ محمد بن صالح بن عثیمین وغیرہم، اللہ ان میں سے مردوں پر رحم فرمائے اور زندوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

[20] تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان

باب: غیر اللہ سے دعا کرنے کے بطلان کی پچاس دلیلیں[21]

ہر چند کہ تمام عبادتوں میں دعا کا عظیم مقام و مرتبہ ہے، تاہم دعا ان عبادتوں میں سے ہے جن میں لوگ اکثر اللہ اور مخلوق کے درمیان شریک ٹھہراتے ہیں، اللہ نے غیر اللہ سے دعا کرنے کو قرآن کریم میں دو مواقع پر باطل قرار دیا ہے، پہلی جگہ سورۃ الحج میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: { ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلۡبَٰطِلُ } [سورة الحج:62].

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

دوسری جگہ سورۃ لقمان میں اللہ کا یہ فرمان ہے: { ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدۡعُونَ مِن دُونِهِ ٱلۡبَٰطِلُ } [سورة لقمان:30].

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے بھی اس شخص کی تعریف فرمائی جس نے غیر اللہ سے دعا کرنے کو باطل کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: "شعراء کے کلام میں سب سے سچا کلمہ لبید[22] کا مصرعہ ہے جو یہ ہے کہ:

---

[21] اللہ کی تیسیر (اور توفیق) سے دعا کے آداب اور قبولیت کے اسباب پر ایک مستقل کتاب میں نے تالیف کی ہے' جس کا عنوان ہے: "**التبصرة في بيان أن تحري إجابة دعاء الله عند القبور بدعة منكرة**" (قبروں پر اللہ سے دعا کرنے کا شرعی حکم)' یہ کتاب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے' اللہ اس کی طباعت کا مرحلہ بھی آسان فرمائے۔

[22] آپ لبید بن ربیعہ العامری ہیں' بخاری اور ابن ابی خیثمہ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے' آپ کوفہ میں سکونت پزیر تھے' ان کی وفات خلافت عثمان کے درمیان ہوئی' آپ نے ۱۵۰ سال یا اس سے زائد عمر پائی' انہی کا شعر ہے کہ:

ولقد سئمت من الحياة وطولها وسؤال هذا الناس: كيف لبيد

ترجمہ: میں زندگی اور اس کی طوالت سے مایوس ہو چکا ہوں اور لوگوں کے اس سوال سے کہ لبید کا کیا حال ہے۔

اختصار از: فتح الباری

ألا كل شيء ما خلا الله باطل[23]

یعنی: اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب معدوم و فنا ہونے والا ہے۔

پہلی دلیل: اللہ پاک نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام تر عبادتیں صرف ایک اللہ لاشریک لہ کے لیے خالص رکھی جائیں، جیسے دعا وغیرہ، چناں چہ جس نے اس طرح کی کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے انجام دی خواہ مشترکہ طور پر ہو یا مستقل طور پر، تو اس نے اللہ عظیم وبرتر کے ساتھ شرک کیا۔

اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ ﴾ [سورة الذاريات:56].

ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ [سورة الأنبياء:25].

ترجمہ: جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی عبادت کرو۔

اللہ نے اس بات سے منع فرمایا کہ اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعْبُدْ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٦٦﴾ ﴾ [سورۃ الزمر:65-66].

---

[23] اسے بخاری (۳۸۴۱) اور مسلم (۲۲۵۶) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، شعر کا دوسرا مصرعہ یوں ہے:

وكل نعيم لا محالة زائل

(یعنی: ہر نعمت لا محالہ زائل و فنا ہونے والی ہے)۔

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں ہو۔

اللہ نے ہمارے سامنے یہ واضح کر دیا کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور اگر بندہ شرک کی حالت میں مر جاتا ہے تو اللہ اسے معاف نہیں کرے گا، فرمان باری تعالی ہے: { إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ } [سورة النساء:116].

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

دوسری دلیل: قرآن وسنت میں اس بات کی بطور خاص تاکید کی گئی ہے کہ دعا کو (اللہ کے لیے) خالص رکھا جائے اور اسے غیر اللہ کے لیے انجام دینے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے اللہ کا یہ فرمان کہ: { ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ } [سورة الأعراف:55].

ترجمہ: اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگو۔

نیز فرمان الہی ہے: { أَمَّن يُجِيبُ ٱلۡمُضۡطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ ٱلۡأَرۡضِۗ } [سورة النمل:62].

ترجمہ: بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں جانشیں بناتا ہے۔

نیز فرمایا: { وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌۖ أُجِيبُ دَعۡوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِۖ } [سورة البقرة:186].

ترجمہ: جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو تمہارے پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اللہ مزید فرماتا ہے: {وَسۡـَٔلُواْ ٱللَّهَ مِن فَضۡلِهِۦٓ} [سورة النساء:32].

ترجمہ: اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو۔

(باب: صرف ایک اللہ کو پکارنے کا حکم اور اس کے علاوہ ہر کسی کو پکارنے کی ممانعت) میں اس مسئلہ کی تحقیق گزر چکی ہے کہ صرف ایک اللہ سے دعا کرنے کا ذکر قرآن کے اندر مختلف پیرایوں میں تقریبا تین سو مقامات پر آیا ہے[24]۔

تیسری دلیل: فرشتے اور اہل علم نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کا سچا حقدار نہیں۔ فرمان باری تعالی ہے: { شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَأُوْلُواْ ٱلۡعِلۡمِ قَآئِمَۢا بِٱلۡقِسۡطِۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ١٨} [سورة آل عمران:18].

ترجمہ: اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ عظیم ترین عزیز و برتر گواہ کی طرف سے سب سے عظیم ترین شيء کی گواہی ہے، سارے جہان کے پالنہار کی گواہی میں کبھی بھی کوئی نقص اور کمی نہیں آسکتی، لہذا اس آیت کے بعد (یہ بات واضح ہوگئی کہ) پہلے اور بعد کی قوموں میں

1- (24) مزید دیکھیں: شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الأضواء" کے اندر سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر میں صرف ایک اللہ کو پکارنے کے وجوب سے متعلق جو بحث کی ہے' اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: دوسرا مسئلہ جو کہ اہم ترین مسائل میں سے ہے....

سے جس نے بھی اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کی، وہ عبادت ان تین گواہیوں کی بنا پر باطل اور بے بنیاد ہے۔

تیسری دلیل: غیر اللہ سے دعا کرنا شرک اکبر، خواہ اس کا ذریعہ ووسیلہ جو بھی ہو۔ دین اسلام اور تمام ادیان میں شرک کی حرمت معروف ومشہور ہے، بلکہ شرک اسلام سے کلی طور پر خارج کر دیتا ہے، اللہ تعالی نے اپنی نبی ﷺ سے فرمایا: {وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٥﴾} [سورۃ الزمر:65].

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ[25] رقم طراز ہیں: "یہ (شرک) موحّدوں کے دین سے ناواقفیت (کا نتیجہ) ہے، کیوں کہ موحدین اور اللہ کے درمیان عبادت، دعا اور استعانت ومدد طلبی میں کوئی

---

(25) آپ امام، علامہ، علم کے سمندر، فقیہ، حقیقی معنوں میں شیخ الاسلام، ابو العباس، تقی الدین، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، حرانی ثم دمشقی ہیں، آپ کا لقب ابن تیمیہ ہے، جب اسلام پوری طرح اجنبی ہو گیا تو آپ نے دین اسلام کی تجدید فرمائی، اور جب دنیا علم کلام کی بدعتوں، صوفیوں کی خرافات، قبر پرستوں کی شرکیات اور فلاسفہ اور روافض کے الحاد سے تاریک ہو گئی تو آپ نے کتاب وسنت کے منہج پر صاف وشفاف اسلام کی طرف از سر نو دعوت دی، حق کا اعلان کیا، باطل پرستوں سے مناظرہ کیا، اس راہ میں قید وبند کی مشقتیں برداشت کیں، اللہ نے آپ کے علم کو مقبولیت سے نوازا، آپ کی تالیفات کو رواج عام حاصل ہوا، آپ کے بعد جو بھی علماء آئے، سب نے آپ کی کتابوں پر اعتماد کیا، آپ کے شاگردوں کی بات کریں تو ان میں سے بعض ائمہ اسلام بن کر ابھرے، جیسے ابن القیم، ابن کثیر، ذہبی اور ابن عبد الہادی وغیر ہم، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۷۲۸ھ میں ہوئی، بعض محققین نے آپ کی سیرت پر مشتمل تحریروں کو ایک عمدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے، جسے "الجامع لسیرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ خلال سبعۃ قرون" سے موسوم کیا ہے، یہ کام شیخ بکر ابو زید رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اشراف ہوا ہے، جسے دار عالم الفوائد-مکہ نے نشر کیا ہے، مزید معلومات کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

واسطہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بغیر کسی واسطہ کے اپنے رب سے دعا ومناجات کرتے اور اس کی عبادت بجالاتے ہیں، اور ہر نمازی بلا کسی واسطہ کے اپنے رب کی عبادت کرتا ہے"[26]۔

اس مسئلہ میں تمام علمائے اسلام کا اجماع ہے، خواہ وہ مسالک اربعہ کے ائمہ ہوں یا دیگر علماء، ان تمام کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا ایسا شرک اکبر ہے جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، (اور یاد رہے کہ) مسلمانوں کا اجماع ایک شرعی دلیل ہے، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا، اللہ کا ہاتھ (اس کی مدد ونصرت) جماعت کے ساتھ ہے"[27]۔

بہت سے علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ان علماء میں شیخ الاسلام، ابو العباس، احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، آپ فرماتے ہیں: "مردہ اور غائب انسان کو پکارنا- خواہ وہ نبی ہو یا کوئی اور- ائمہ اسلام کے اجماع کے مطابق قابل نکیر محرمات میں سے ہے، نہ تو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے، نہ کسی صحابی اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعی نے ایسا کیا ہے اور نہ ائمہ اسلام میں سے کسی نے اس عمل کو درست کہا ہے، یہ وہ چیز ہے جو دین اسلام میں مشہور ومعروف ہے"[28]۔

آپ مزید فرماتے ہیں: "مسلمانوں کے کسی بھی امام نے یہ نہیں کہا ہے کہ کسی بھی مخلوق سے ان تمام امور (میں سے کسی بھی امر میں) مدد طلب کرنا درست ہے، جن میں اللہ تعالی سے مدد طلب

---

[26] الاستغاثۃ فی الرد علی البکری: ۲/ ۷۷۴-۷۸۴، مع اختصار۔

[27] اسے ترمذی (۲۱۶۷) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اور البانی نے صحیح کہا ہے، نیز حاکم نے بھی المستدرک (۱/ ۱۱۵، ۱۱۶) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس قاعدہ پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے اور (وضاحت کی ہے کہ) یہ اسلام کے قواعد میں سے ہے۔

[28] الاستغاثۃ فی الرد علی البکری: ۳۳۱

کی جاتی ہے، نہ ہی نبی سے، نہ کسی فرشتے سے، نہ کسی نیک وصالح سے اور نہ کسی اور سے، بلکہ دین اسلام میں یہ معروف ومتداول بات ہے کہ ایسا کرنا مطلقاً جائز نہیں"[29]۔

آپ مزید لکھتے ہیں: "جو فرشتوں اور نبیوں کو واسطہ بنا کر ان سے دعا کرتا ہے، ان پر بھروسہ کرتا ہے، ان سے حصولِ منفعت اور دفعتِ مضرت کا سوال کرتا ہے، مثلاً گناہ کی معافی، دلوں کی ہدایت، مصیبتوں کے ازالہ اور فقر وفاقہ کو دور کرنے کا سوال کرتا ہے، وہ مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہے"[30]۔

اس اجماع کو ان سے شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب[31] جو کہ علمائے حنابلہ میں سے ہیں، نے اپنی کتاب "تیسیر العزیز الحمید" میں نقل کیا ہے، پھر مزید لکھتے ہیں:

---

[29] مجموع الفتاوی: ۱/۱۰۳، مزید دیکھیں: الفتاوی الکبری: ۴/۵۰۶، اختیارات شیخ الاسلام، باب حکم المرتد، ناشر: دار القلم-بیروت

[30] مجموع الفتاوی: ۱/۱۲۴

[31] آپ علامہ، فقیہ، اصولی، امامِ دعوت شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے پوتے ہیں، آپ کی ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی، آپ نے مقام درعیہ کے اندر کبار علماء کے درمیان نہایت علمی ماحول میں نشو ونما پائی، آپ کی بہت سی تالیفات ہیں، ان کی مشہور ترین تالیفات میں "تیسیر العزیز الحمید" ہے، جو کہ ان کے دادا شیخ محمد بن عبد الوہاب کی کتاب "التوحید" کی ایک عمدہ شرح ہے، اس کتاب سے تین صدیوں سے اب تک علماء اور طلابِ علم استفادہ کررہے ہیں، توحیدِ عبودیت کے باب میں یہ کتاب ستون / مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، (اس باب میں) آپ کے بعد (کے علماء کا) اسی کتاب پر اعتماد وانحصار رہا ہے۔
فقہ میں کتاب "المقنع" پر بھی آپ کا تین ضخیم جلدوں میں ایک حاشیہ ہے، اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تالیفات ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۱۲۳۴ھ میں ۳۳ سال کی عمر میں ہوئی۔
آپ کی مفصل سوانح کے لیے رجوع کریں: "مشاہیر علماء نجد" از: شیخ عبد الرحمن بن عبد اللطیف بن عبد اللہ آل الشیخ، آپ کی سوانح آپ کی کتاب "تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید" کے مقدمہ میں بھی مذکور ہے جسے کتاب کے محقق اسامہ بن عطایا العتیبی نے تحریر کی ہے۔

"اس اجماع کو بہت سے محققین نے بھی آپ سے نقل کیا ہے، جیسے ابن مفلح نے "الفروع "[32] میں، "الإنصاف" کے مؤلف[33] نے، "الغایۃ"[34] کے مؤلف نے، "الإقناع" کے مصنف[35] اور اس کے شارح[36] اور دیگر علماء نے، نیز اسے "القواطع"[37] کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں "الفروع" کے مصنف سے نقل کیا ہے"۔

شیخ سلیمان مزید رقم طراز ہیں: "یہ بالکل صحیح اجماع ہے جو دین میں معروف و مشہور ہے، مسالک اربعہ کے ائمہ اور دیگر علماء نے بھی مرتد کے حکم کے بیان میں یہ وضاحت کی ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ کافر ہے، یعنی جو اللہ کے ساتھ کسی اور کے لیے کسی قسم کی عبادت انجام دے (تو وہ مشرک ہے)۔ کتاب و سنت اور اجماع سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سے دعا کرنا اس کی عبادت ہے، اس لیے اسے غیر اللہ کے لیے انجام دینا شرک ہو گا"۔ شیخ سلمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ختم ہوا[38]۔

---

[32] (۱۵۸/۶)، ناشر: دار الکتب العلمیہ-بیروت، طباعت سنہ ۱۴۱۸ھ

[33] یعنی: مرداوی، (۳۲۷/۱۰)، تحقیق: محمد حامد الفقی، ناشر: دار احیاء التراث العربی-بیروت۔

[34] یعنی: "غایۃ المنتھی فی الجمع بین الإقناع والمنتھی" از: مرعی الکرمی (۴۹۸/۲)، تحقیق: یاسر ابراہیم المزروعی، رائد یوسف الرومی، ناشر: دار غراس-کویت۔

[35] (۲۸۵/۴) از: شرف الدین، موسی بن احمد الحجاوی المقدسی، تحقیق: ڈاکٹر عبد اللہ الترکی، ناشر: دار ھجر-مصر

[36] یعنی: شیخ منصور بن یونس البھوتی نے اپنی کتاب: "کشاف القناع فی شرح الإقناع" (۱۶۸/۶)، ناشر: دار الفکر، بیروت، طباعت: ۱۴۰۲۔

[37] یعنی: احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی الشافعی، ان کی کتاب کا نام: "الإعلام بقواطع الإسلام" ہے، اس کا تعارف آگے آئے گا۔

[38] تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید، باب من الشرک أن یستغیث بغیر اللہ أو یدعو غیرہ: ۴۲۷

جن علماء نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا دین اسلام سے خارج کر دینے والا شرک ہے، ان میں شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن[39] بھی سر فہرست ہیں، آپ نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ شرک اکبر کا مرتکب کافر ہے اور وہ شخص بھی کافر ہے جو حجت قائم ہونے اور معتبر (ذرائع سے دین کا علم) پہنچنے کے بعد اللہ کی آیتوں اور رسولوں یا دین کے کسی حکم کا انکار کرے، مثال کے طور پر وہ شخص جو اللہ کے ساتھ نیک بزرگوں کی عبادت کرے، انہیں پکارے، اور اللہ اپنے بندوں سے عبادت اور الوہیت کا جو حق رکھتا ہے، اس میں اللہ کے ساتھ ان بزرگوں کو شریک وساجھی بنائے (تو وہ مشرک ہے)۔ آپ نے ذکر فرمایا کہ اہلِ اسلام اور اہلِ ایمان کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ تمام مسالک اربعہ (کے علماء اپنی کتابوں میں) اس مسئلہ سے متعلق ایک بڑا باب قائم کرتے ہیں جس میں اس کا حکم بیان کرتے ہیں،

---

[39] آپ شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الرحمن بن حسن بن شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ تعالی ہیں' آپ کی ولادت سنہ ۱۲۲۵ھ میں علم اور علماء کے شہر درعیہ میں ہوئی' آپ نے بہت سے علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا' ان میں آپ کے والد شیخ عبد الرحمن بن حسن' آپ کے چچا شیخ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب اور اپنے وقت میں ملک جزائر کے مفتی شیخ محمد بن محمود الجزائری وغیرہم سر فہرست ہیں۔

جب آپ علم ومعرفت سے لیس ہوگئے تو بہت سے شاگردوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا' ان میں سب سے مشہور شیخ ' ادیب اور اپنے نظم ونثر سے دین الہی کا دفاع کرنے والے سلیمان بن سحمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل تالیف فرمائی' آپ کی سب سے مشہور کتاب "مصباح الظلام فی الرد علی من کذب علی الشیخ الإمام" اور "منہاج التاسیس فی کشف شبہات داود بن جرجیس" ہیں۔

آپ کے رسائل کو آپ کے شاگرد شیخ سلیمان نے "مجموع الرسائل والمسائل النجدیۃ" کی تیسری جلد میں یکجا کر دیا ہے' جب کہ چند رسائل اس کتاب کی دیگر جلدوں میں منتشر ہیں' اسی طرح بعض رسائل "الدرر السنیۃ من الأجوبۃ النجدیۃ" میں بھی شامل ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔

مذکورہ معلومات اختصار اور تصرف کے ساتھ آپ کی کتاب "مصباح الظلام" کے مقدمہ میں مذکور آپ کی سوانح سے لی گئی ہیں جو کہ شیخ ڈاکٹر عبد العزیز بن عبد اللہ الزیر حفظہ اللہ کی تحریر کردہ ہیں۔

ارتدارد کے لوازمات اور تقاضوں پر روشنی ڈالتے ہیں، شرک کی وضاحت کرتے ہیں، نیز یہ کہ ابن حجر[40] نے اس مسئلہ پر ایک مکمل کتاب تالیف فرمائی ہے جسے "الإعلام بقواطع الإسلام" سے موسوم کیا ہے"[41]۔[42]

شیخ عبد الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "کفر اور ارتداد کی کوئی قسم ہمارے علم میں ایسی نہیں جس کے بارے میں اس قدر نصوص وارد ہوئے ہوں جس قدر غیر اللہ سے دعا کرنے کے سلسلے میں وارد ہوئے ہیں، جیسے اس سے منع کرنا، اس کا ارتکاب کرنے سے ہوشیار و خبر دار کرنا، اس کے مرتکب کو کافر قرار دینا اور اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کی وعید سنانا، اب بھلا کتاب و سنت کو نافذ کرنے اور اجماعِ امت کی پیروی کرنے سے کونسی چیز مانع اور رکاوٹ ہے، اس مسئلہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، بہت سے اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور ذکر کیا ہے کہ یہ دینِ اسلام کی مشہور ترین تعلیمات میں سے ہے"[43]۔

---

[40] یعنی احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی الشافعی

[41] یہ کتاب مستقل طور پر بھی چھپی ہے اور ڈاکٹر محمد الخمیس کی تحقیق کے ساتھ "الجامع فی ألفاظ الکفر" کے مجموعہ میں بھی شامل ہے' ناشر: دار إیلاف - کویت۔

[42] الدرر السنیۃ: ۱: ۴۶۷-۴۶۸

[43] السیف المسلول علی عابد الرسول: ۲۴

باب:

افادہ عامہ کے لیے یہاں مسالک اربعہ کے چند علمائے کرام کے اقوال ذکر کیے جارہے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے دعا کرنا شرک اکبر ہے۔

حنفی علماء کے اقوال:

شیخ محمد بن عابد سندی حنفی[44] اپنی کتاب "طوائع الأنوار شرح تنویر الأبصار مع الدر المختار" میں درج ذیل نص تحریر فرماتے ہیں:

"(کوئی بندہ) یہ نہ کہے کہ: (اے قبر والے، اے فلاں،[اے خواجہ اجمیری! اے میرے پیر و مرشد! اے معین الدین چشتی!] میری ضرورت پوری کردے) یا:(اس ضرورت کو اللہ سے طلب کردے)، یا:(اللہ کے نزدیک میری سفارش کردے)، بلکہ یہ کہے کہ:(اے-اللہ-جس کے فیصلے میں کوئی شریک وساجھی نہیں، میری اس ضرورت کو پوری کردے)۔

شیخ صنع اللہ بن صنع اللہ حلبی حنفی[45] رقم طراز ہیں:

---

(44) آپ شیخ محدث محمد عابد بن علی سندی ثم انصاری ہیں' آپ کی ولادت سند میں ہوئی' پھر آپ نے اپنے دادا کی معیت میں یمن کی طرف ہجرت کیا اور وہاں سے مدینہ تشریف لائے' اور یہاں تادمِ حیات جوارِ رسول میں مقیم رہے' آپ کے تعلق سے شوکانی رقم طراز ہیں:(انہیں علم طب میں مہارت حاصل تھی' آپ نحو وصرف' فقہ حنفی اور اصول فقہ میں گہری معرفت رکھتے تھے' ساتھ ہی دیگر تمام علوم ومعارف کی جانکاری بھی رکھتے تھے' نیز سرعت فہم اور اصابت رائے سے بھی مالا مال تھے)' زرکلی لکھتے ہیں:(آپ ایک حنفی فقیہ اور فن حدیث کے عالم تھے)' فقہ وحدیث میں آپ کی بہت سی تالیفات ہیں' آپ کی وفات سنہ ۱۲۵۷ھ میں ہوئی' آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں:"البدر الطالع" از: شوکانی' اور "ھدیۃ العارفین أسماء المؤلفین وآثار المصنفین"(۲/ ۳۷۰)از: اسماعیل بن محمد امین البابانی البغدادی۔

(45) آپ صنع اللہ بن صنع اللہ حلبی مکی حنفی ہیں' آپ واعظ وفقیہ اور محدث وادیب تھے' حدیث میں آپ کی ایک منظوم تالیف ہے' اور نیک لوگوں کے سلسلے میں کی جانے والی غلو آمیزی کے ابطال میں بھی ان کی ایک کتاب ہے "سیف اللہ علی

"اس وقت مسلمانوں کے درمیان ایسی جماعتیں رونما ہو رہی ہیں جن کا دعوی ہے کہ اولیاء کو زندگی میں اور موت کے بعد بھی تصرف (کی صلاحیت) حاصل رہتی ہے، ان سے پریشانیوں اور مصائب کے وقت مدد طلب کی جاسکتی ہے، ان کے ذریعہ مشکلات حل کئے جاسکتے ہیں، اسی لیے وہ ان کی قبروں پر آکر ان سے فریادرسی کرتے ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ ان کی کرامتیں ہیں!

اس بات میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے، بلکہ یہ ابدی تباہی اور سرمدی عذاب کی حامل ہے، کیوں کہ اس میں حقیقی شرک کی بو، مصدقہ کتاب عزیز کی خلاف ورزی، ائمہ کے عقائد اور امت کے اجماع کی مخالفت پائی جاتی ہے، قرآن میں آیا ہے: { وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾} [سورة النساء:115]. [46]

ترجمہ: جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری جگہ ہے)۔

من كذب على أولياء الله"، آپ کی وفات سنہ ۱۱۲۰ھ میں ہوئی، دیکھیں: "معجم المؤلفين" (۱/۴۸۳)، "هدية العارفين" (۱/۴۲۸)۔

[46] "سيف الله على من كذب على اولياء الله" مع اختصار: ۱۵-۱۶

متاخرین علمائے احناف میں سے بہت سے حضرات اسی کے قائل ہیں، جیسے امام احمد سرہندی[47]، امام احمد رومی[48]، شیخ سبحان بخش ہندی، محمد بن علی تھانوی[49]، محمد اسماعیل دہلوی[50]، شیخ محمد بن عبد اللہ الوسی[51] وغیرہم[52]۔

---

[47] آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں: "نزھۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر" (۵/ ۴۳-۵۵) ، از: عبد الحی بن فخر الدین حسینی، ناشر: دار المعارف العثمانیۃ-حیدر آباد

[48] آپ احمد بن محمد حنفی ہیں، جو رومی سے جانے جاتے ہیں، خلافت عثمانیہ کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ کی بہت سی تصنیفات بھی ہیں، شرعی علوم سے آپ کو شغل تھا، آپ کی وفات سنہ ۱۰۴۳ھ میں ہوئی، آپ کی کتابوں میں "حاشیۃ علی تفسیر ابی السعود"، "مجالس الأبرار ومسالك الأخيار في شرح مائة حديث من المصابيح" وغیرہ سر فہرست ہیں، آپ کی مفصل سوانح کے لیے رجوع کریں: "ھدیۃ العارفین": ۱/ ۱۵۷، طباعت: دار الکتب العلمیۃ، سنہ ۱۴۱۳ھ، اور "معجم المؤلفین" ۲/ ۲۵۲:

غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت سے متعلق انہوں نے اپنی کتاب "مجالس الأبرار ومسالك الأخيار" میں سترہویں اور ستانویں مجلس کے تحت اچھی گفتگو کی ہے۔

[49] آپ ہندوستانی اسکالر ہیں، "کشاف اصطلاحات الفنون" آپ کی تالیف کردہ کتاب ہے، آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں: "نزھۃ الخواطر": ۶/ ۲۷۸، "ھدیۃ العارفین": ۲/ ۳۲۶، "الأعلام" از: زرکلی، غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت سے متعلق ان کا کلام ان کی اپنی تالیف "کشاف اصطلاحات الفنون": ۴/ ۱۴۶-۱۵۳ میں مذکور ہے۔

[50] محمد بن اسماعیل بن عبد الغنی دہلوی، آپ محدث تھے، آپ کی تالیفات میں: "إنجاح الحاجۃ فی شرح سنن ابن ماجہ" شامل ہے، آپ کی سوانح کے لیے دیکھیں: "نزھۃ الخواطر" اور "معجم المؤلفین": ۳/ ۱۳۳، غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت سے متعلق ان کا قول ان کی کتاب "تقویۃ الایمان" میں موجود ہے۔

[51] آپ محمود شکری بن عبد اللہ بن شہاب الدین آلوسی حسینی ہیں، آپ کی کنیت ابو المعالی ہے، آپ تاریخ داں اور ادب شناس اور عالم دین تھے، عراق کی سرزمین پر آپ نے اصلاحی دعوت کا کاز کیا، مختلف رسائل کے ذریعہ بدعتیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ ان سے عناد و دشمنی کرنے لگے، آپ کی باون تالیفات ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۱۳۴۲ھ میں بغداد کے اندر ہوئی۔

غیر اللہ کو پکارنے کی مذمت سے متعلق ان کا کلام آپ کی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" میں سورۃ الحج کی آیت ۷۳ کی تفسیر میں مذکور ہے۔

شیخ ڈاکٹر شمس الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی کتاب تالیف کی ہے جس میں انہوں نے قبر پرستوں کے عقائد کو باطل قرار دینے کے لیے علمائے احناف کے اقوال یکجا کر دیے ہیں، یہ بات مشہور و معروف ہے کہ قبر پرست حضرات کے یہاں سب سے زیادہ جس چیز پر عمل ہے وہ یہی ہے کہ وہ ان قبروں پر جا کر دعا کرتے ہیں جن کی وہ تعظیم کرتے اور ان (میں مدفون بزرگوں) سے متعلق (غلط) عقیدہ رکھتے ہیں، اس کتاب کو مؤلف نے "جھود علماء الحنفیۃ فی إبطال عقائد القبوریۃ" کے نام سے موسوم کیا ہے، یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، اسے انہوں نے پی ایچ ڈی کی عالمی ڈگری کے لیے تالیف کیا تھا، اس میں انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ قبر پرستی کی ابتداء، اس کی نشأت اور فروغ کو بیان کرنے اور قبر پرستوں کو مشرک اور صنم پرست ثابت کرنے کے سلسلے میں علمائے احناف کی کیا کاوشیں رہی ہیں، اور قبر پرستوں کے عقائد کو باطل ٹھہرانے میں ان - علمائے احناف - نے کیا جد وجہد کیا ہے[53]۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرک کی ممانعت اور ان تیس وسائل کے ابطال سے متعلق بہت سے علمائے احناف کے مقالات ذکر کیے ہیں جن کو دلیل بنا کر قبر پرست حضرات (اپنی بازار چمکاتے ہیں)[54]۔

پھر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے نیک بزرگوں کے تعلق سے ان قبر پرستوں کی غلو آمیزی اور اس کے ابطال سے متعلق علمائے احناف کی کاوشوں کی مثالیں ذکر کی ہیں، چناں چہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

---

(52) غیر اللہ سے دعا کرنے کی نکیر و مذمت سے متعلق ان علماء کے تفصیلی اقوال کے لیے ملاحظہ کریں: "المجموع المفید فی نقض القبوریۃ ونصرۃ التوحید"، جمع وترتیب: ڈاکٹر محمد الخمیس، ص: ۴۱۲-۴۱۸، ناشر: دار اطلس-ریاض، میں نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان علماء کے اقوال کا صرف حوالہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

(53) دیکھیں: مذکورہ کتاب: ۳۵۳-۵۶۱

(54) دیکھیں: صفحات: ۵۶۳-۶۸۲

سے متعلق ان کی غلو آمیزی کو ذکر کیا ہے اور اس دعوی کا جائزہ لیا ہے کہ آپ ﷺ علم غیب جانتے تھے اور آپ کو کائنات میں تصرف کا حق حاصل تھا اور آپ مدد کی گوہار لگانے والوں کی پکار کو سنتے ہیں، پھر آپ نے ان تمام دعووں کو باطل قرار دیا، اس کے بعد نبی ﷺ کے علاوہ دیگر بزرگوں کی شان میں غلو کی مثالیں پیش کی، جیسے عبد القادر جیلانی، رفاعی، بدوی وغیر ہم جیسے (وہ بزرگ) جن کی ولایت کا دعوی کیا جاتا ہے[55]۔

رہی بات غیر اللہ کو پکارنے کی حرمت سے متعلق شافعی علماء کے اقوال کی تو ابن حجر الشافعی[56] رحمۃ اللہ علیہ "شرح الأربعین النوویۃ" میں ایک بات لکھتے ہیں جس کے معنی ہیں: جس نے غیر اللہ سے دعا کی وہ کافر ہے[57]۔

شیخ احمد بن علی مقریزی مصری شافعی[58] رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"تمام قوموں کا شرک دو قسم کا تھا: الوہیت میں شرک اور ربوبیت میں شرک، زیادہ تر الوہیت اور عبادت کے شرک میں ہی مشرکین واقع رہے ہیں، جس کا مطلب ہے بتوں، فرشتوں، جنوں،

---

[55] دیکھیں: صفحات: ٦٨٣-٨٩٧

[56] آپ احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی الشافعی ہیں، جو مصر کے فقیہ تھے، آپ کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے علماء میں ہوتا ہے، آپ کی بہت سی تالیفات ہیں، آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں: الأعلام للزرکلی: ١/ ٢٣٤

[57] شوکانی نے اس قول کو ان کے حوالے سے "الدر النضید فی إخلاص کلمۃ التوحید": ١٢١، ناشر: دار ابن خزیمہ - ریاض، میں نقل کیا ہے، اور ان سے اسے شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب "مفید المستفید فی کفر تارک التوحید": ٣٠٥، ناشر: جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ - ریاض میں نقل کیا ہے۔

[58] شیخ احمد مصر کے علماء میں سے ہیں، آپ نے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی، تاریخ نویسی پر پوری توجہ دی، زرکلی نے انہیں ملکِ مصر کے مؤرخ کا لقب دیا ہے، ان کی تالیفات کی تعداد ٢٠٠ سے زائد ہے، دمشق میں قاضی کا عہدہ ان کو دیا گیا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپ کی وفات سنہ ٨٤٥ھ میں ہوئی، آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں: (إنباء الغمر)، (البدر الطالع) از: شوکانی، (الضوء اللامع) از: سخاوی، (الأعلام) از: زرکلی: ١/ ١٧٧، (معجم المؤلفین): ١/ ٢٠٤

پیر ومرشد، نیک وبزرگ کی عبادت کرنا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، وہ کہتے ہیں کہ: (ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں)، اس کے پاس ہماری سفارش کریں، اللہ سے ان کی قربت اور (اس کے نزدیک ان کے) اعزاز واکرام کے عوض ہمیں بھی اللہ کی قربت اور اعزاز واکرام حاصل ہو جائیں، جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ جو لوگ بادشاہ کے حواریوں، قرابت داروں اور خاص ہمنواؤں کی خدمت کرتے ہیں، انہیں بادشاہ کی (طرف سے) اعزاز واکرام اور (اس کی) قربت مل جاتی ہیں۔

تمام آسمانی کتابیں، از ابتدا تا انتہا اس مسلک کی تردید کرتی، اس کا رد کرتی اور اس کے ماننے والوں کی سرزنش کرتی ہیں، اور یہ واضح کرتی ہیں کہ ایسا کرنے والے اللہ تعالی کے دشمن ہیں۔

شروع سے لیکر اخیر تک کے تمام رسول- ان پر اللہ کا درود نازل ہو- اس بات پر متفق رہے ہیں۔ اللہ نے جن قوموں کو بھی ہلاک کیا، ان کی ہلاکت کی وجہ یہی شرک تھا"[59]۔

رہی بات غیر اللہ سے دعا کرنے کی حرمت سے متعلق حنبلی علماء کے اقوال کی تو گزشتہ صفحات میں ہم نے جہاں اس بات پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے، اسی ضمن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول بھی نقل کیا، اس مسئلہ میں ان کی مزید باتیں درج ذیل ہیں:

"ہر وہ شخص جو کسی زندہ یا نیک شخص کے سلسلے میں غلو کرتا ہے، اس کے لیے کسی قسم کی الوہیت کو ثابت کرتا ہے، مثلاً یہ کہتا ہے کہ: ہر وہ رزق جو فلاں شیخ سے نہ ملے، وہ مجھے نہیں چاہئے، یا جب کوئی جانور ذبح کرے تو یہ کہے کہ: (میرے آقا کے نام سے)، یا اس کے سامنے سجدہ کرے، خواہ اس کے لیے کرے یا کسی اور کے لیے، یا اللہ تعالی کو چھوڑ کر اس سے دعا کرے، مثلاً یہ کہے کہ: (

---

[59] تجرید التوحید المفید: ۵۲-۵۳، تحقیق: علی بن محمد العمران، ناشر: دار عالم الفوائد-مکہ

اے میرے فلاں آقا، مجھے معاف کر دے، یا مجھ پر رحم فرما، یا میری مدد کر، یا مجھے رزق سے نواز، یا میری مدد کر یا مجھے پناہ دے، یا میں نے تجھ پر توکل کیا، یا تو ہی میرے لیے کافی ہے، یا میں تیری ہی کفالت میں ہوں) ، یا اس طرح کے دیگر اقوال وافعال (انجام دے) جو کہ ربوبیت کے ایسے اوصاف ہیں جو اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کے لیے لائق وزیبا نہیں، یہ سب کے سب شرک اور گمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی، اگر اس نے توبہ کیا تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیوں کہ اللہ نے رسولوں کو جس مقصد کے لیے بھیجا اور جس غرض سے کتابیں نازل فرمائی وہ یہ ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں، اور ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنائیں"[60]۔

آپ مزید لکھتے ہیں: "جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی مردہ انسان، خواہ وہ نفیسہ ہو [خواجہ معین الدین چشتی ہو، یا شیخ عبد القادی جیلانی ہو، یا غوث ہو] یا کوئی اور شخص، خوف زدہ انسان کو پناہ دیتا، قیدی کو رہا کرتا ہے، جو کہ ضروریات کے قبیل سے ہے، تو ایسا شخص گمراہ اور مشرک ہے، کیوں کہ اللہ پاک ہی وہ ذات ہے جو پناہ دیتی ہے اور اسے پناہ نہیں دی جاتی، اللہ سے اپنی ضرورتیں طلب کرنے کا دروازہ یہ ہے کہ صدق دل سے اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کی جائے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ﴾ [سورة البقرة:186]. [61]

---

[60] "الرسالۃ السنیۃ" ' یہ کتاب "الوصیۃ الکبری" کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ یہ کتاب "مجموع الفتاوی": ۳/ ۳۶۳-۴۳۰ میں مکمل موجود ہے ' مذکورہ سطور اسی کے صفحہ ۳۹۵ سے نقل کیے گئے ہیں۔

[61] مجموع الفتاوی: ۲۷/ ۴۹۰

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں)۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ [62] "مدارج السالکین" کے اندر شرک کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "شرک کی ایک قسم ہے: مردوں سے حاجت روائی کی دعا کرنا، ان سے مدد طلب کرنا اور ان کا قصد وارادہ کرنا، یہی پوری دنیا میں شرک کی اصل وجہ ہے، کیوں کہ مردہ کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، وہ اپنے لیے بھی نفع ونقصان کی ملکیت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ اس شخص (کو کچھ نفع پہنچا سکے جو) اس سے مدد کی گوہار لگاتا اور حاجت روائی کا سوال کرتا ہے، یا اس سے یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کی سفارش کردے، یہ سفارش کرنے والے اور جس کے لیے سفارش کی جارہی ہے، دونوں سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، کیوں کہ اللہ کے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر وہ سفارش کر ہی نہیں سکتا، اور اللہ نے اس شخص سے مدد کرنے اور اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کو اپنی

---

[62] آپ محمد بن ابو بکر بن سعد الزرعی ثم الدمشقی ہیں' آپ ابن القیم الجوزیۃ کے نام سے جانے جاتے ہیں' آپ کا شمار آٹھویں صدی کے علماء میں ہوتا ہے' آپ نے اپنے شیخ ابن تیمیہ کو لازم پکڑا یہاں تک کہ ۷۲۸ھ میں شیخ وفات پا گئے' آپ شیخ کے کبار شاگردوں میں سے تھے' ان کے بعد آپ نے دعوت اور علمی جہاد کا پرچم بلند کیا تا آنکہ سنہ ۷۵۱ھ میں اس دنیا سے کوچ کر گئے' آپ کے علم ومعرفت میں کشادگی تھی' حجت بیانی میں نہایت مضبوط تھے' استنباط میں گہری نظر رکھتے تھے' آپ کی تالیفات بہت زیادہ ہیں' اور آپ کی کتابیں تمام لوگوں کے نزدیک مقبول ہیں' بلکہ آپ کے بعد آنے والے لوگ ان کتابوں پر ہی منحصر ہیں' آپ نے اسلامی عقیدہ کی بڑی نصرت ومدد کی' نظم اور نثر ہر دو طریقے سے بدعتیوں کی تردید کی' بطور خاص فلسفیوں' قبر پرستوں' تاویل کرنے والوں اور صوفیاء پر رد کیا' اللہ آپ پر خوب رحمت ومہربانی نازل فرمائے' آپ اور آپ کے شیخ نے دین الہی کی تجدید کی اور آپ پوری زندگی امت اسلامیہ کی زندگی (کو سنوارنے میں) غرق رہے۔
آپ کی سوانح کے لیے دیکھیں: "شذرات الذہب" لابن العماد' "ذیل طبقات الحنابلہ" لابن رجب' ان کی سوانح پر سب سے جامع کتاب شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف کی ہے' جس کا نام "ابن قیم الجوزیہ- حیاتہ وآثارہ" ہے۔

اجازت (سے نوازنے) کا ذریعہ نہیں بنایا ہے، بلکہ کمالِ توحید سے (سفارش کی) اجازت ملتی ہے، معلوم ہوا کہ یہ مشرک ایسا کام کرتا ہے جو (سفارشی کو) اللہ کی اجازت سے محروم کر دیتا ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے ایسی چیز سے مدد طلب کرتا ہے جو اس کے حصول میں مانع ہو، اور یہی حالت تمام مشرکوں کی ہے۔

مردہ اس شخص کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے لیے دعا کرے، اس کے لیے رحمت ومہربانی اور بخشش ومغفرت کا سوال کرے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ہمیں وصیت کی ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے قبرستان میں جائیں تو ان کے لیے رحمت، عافیت اور مغفرت کی دعا کریں، مشرکین اس کے برعکس کرتے ہیں، چناں چہ مردوں کی زیارت: ان کی عبادت کرنے، ان سے حاجت روائی کی دعا کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ ان کی قبروں کے ساتھ ان بتوں کی طرح سلوک کرتے ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان قبروں کے پاس جانے کو حج کا نام دیتے ہیں، وہاں مجلسیں جماتے اور مجاوری کرتے ہیں، اس طرح وہ معبود حقیقی کے ساتھ شرک اور اس کے دین کو بدلنے (کا جرم) تو کرتے ہی ہیں، ساتھ ہی موحدین سے دشمنی رکھتے، اور ان کی طرف مردوں کی شان میں گستاخی کرنے (کا الزام) بھی منسوب کرتے ہیں، **جب کہ وہ خود شرک کا ارتکاب کر کے خالق کی شان میں گستاخی کرتے ہیں**، اور اللہ کے ان موحدین اولیاء کی شان میں بھی ان کی مذمت اور عیب جوئی کر کے اور ان سے دشمنی رکھ کر (گستاخی کرتے ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، بلکہ مشرکوں کی حد درجہ تنقیص ومذمت کرتے ہیں، کیوں کہ وہ اس زعم وگمان میں رہتے ہیں کہ (یہ اولیاء) ان کے اس شرکیہ عمل سے راضی ہیں، انہوں نے ہی ان کو اس کا حکم دیا ہے، اور وہ اس (کی بنیاد) پر ان سے دوستی رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں رسولوں اور توحید کے دشمن رہے ہیں، ان کی پیروکاروں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے! اللہ کے خلیل

ابراہیم علیہ السلام کی (نرالی شان اور عالی مرتب دیکھئے کہ) وہ دعا کرتے ہیں: {وَٱجۡنُبۡنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعۡبُدَ ٱلۡأَصۡنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضۡلَلۡنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِۖ} [سورۃ ابراھیم:35-36].

ترجمہ: (مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں، بچائے رکھ-اے پروردگار! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے)۔

شرک اکبر کے اس جال سے وہی شخص محفوظ رہتا ہے جو خالص توحید الٰہی پر قائم رہتا ہے، اللہ کی خاطر مشرکوں سے دشمنی رکھتا ہے، ان سے ناراضگی مول لے کر اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے، صرف ایک اللہ کو اپنا ولی، معبود اور آقا تسلیم کرتا ہے، اللہ ہی کے لیے اپنی محبت، خوف، امید، انکساری، توکل، مدد طلبی، التجاء، اور قصد وارادہ کو خالص رکھتا ہے، اس کے حکم کی پیروی کرتا ہے، اس کی خوشنودی کا جویا رہتا ہے، جب مانگتا ہے تو اللہ ہی سے اور جب مدد طلب کرتا ہے تو اللہ سے ہی، جب کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ کے لیے ہی کرتا ہے، چناں چہ وہ اللہ کے لیے، اللہ کی توفیق سے اور اللہ کی معیت میں (اپنی زندگی گزارتا ہے)"[63]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قبر والوں کی تعظیم سے ہوشیار وخبردار کرنے سے متعلق اپنی نفیس کتاب "إغاثۃ اللهفان من مصائد الشیطان" میں بڑی طویل گفتگو کی ہے، جس میں قبر والوں کی تعظیم اور ان کی شان میں غلو آمیزی کی تاریخی بنیادوں کو ذکر کیا ہے، نیز اس کے مظاہر اور علاج بھی ذکر کیے ہیں، اللہ ان پر اپنی بیش بہا نعمتیں نازل فرمائے[64]۔

---

[63] "مدراج السالکین"، منزلۃ التوبۃ:۶۰۵

[64] راقم السطور نے ایک مقالہ تحریر کیا ہے جس کا عنوان ہے: "تلاعب الشیطان بعقول القبوریین" (یعنی: قبر پرستوں کی عقل سے شیطان کا کھلواڑ)، اس میں زیر بحث مسئلہ سے متعلق مذکورہ کتاب سے ابن قیم کے اقوال جمع کئے گئے ہیں، اسے ترتیب دے کر اس کی فہرست تیار کی گئی ہے، یہ مقالہ انٹرنیٹ پر مؤلف کے پیج پر منشور ہے، اللہ اسے نفع بخش بنائے۔

امام ابو الوفاء علی بن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ [65] رقم طراز ہیں: "یقیناوہ شخص جو قبروں کی تعظیم کرتا ، مُردوں سے حاجت طلبی کی گوہار لگاتا، اور یہ کہتا ہے کہ: اے میرے مولاو آقا عبد القادر: (میرے لیے فلاں کام کر دیجئے)، وہ ان اعمال کی وجہ سے کافر ہے، نیز جس نے کسی مردہ کو پکارااور اس سے حاجت طلبی کی دعا کی، وہ بھی کافر ہے" [66]۔

آپ مزید فرماتے ہیں: "جب جاہلوں اور خسیس ورذیل لوگوں کو شرعی واجبات مشکل لگنے لگیں، تو وہ شریعت کی تعلیمات سے منہ پھیر کر خود ساختہ تعلیمات کی تعظیم کرنے لگے، جن کو انہوں نے اپنے لیے گڑھا تھا، اس طرح یہ تعلیمات ان کے لیے آسان ہو گئیں کیوں کہ ان (پر عمل کرنے کے لیے) کسی دوسرے کی ماتحتی درکار نہ تھی، ایسے لوگ میرے نزدیک اپنے ان اعمال کی وجہ سے کافر ہیں، مثال کے طور پر وہ قبروں کی تعظیم کرتے اور شریعت کے منع کردہ منہیات کا ارتکاب کرکے ان کی عظمت بجالاتے ہیں، جیسے (قبروں پر) قندیلیں روشن کرنا، انہیں بوسہ دینا، ان پر عمارت بنانا، مردوں سے حاجت طلبی کی گوہار لگانا، ان کے نام پہ خطوط لکھنا: (اے میرے مولا، میرے ساتھ ایسا اور ایسا کردے)، اس کی مٹی کو بطور تبرک لینا، قبروں پر عطریں

---

[65] آپ امام، علامہ، (علم کے) سمندر، حنابلہ کے شیخ، مختلف کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت سنہ ۴۳۱ھ میں ہوئی، آپ کی تالیف میں کتاب "الفنون" بھی ہے جو ۴۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے، آپ علم کلام سے کافی شغل رکھتے تھے، اس لیے بعض صفات کی تاویل کرنے لگے، پھر انہوں نے خود یہ گواہی دی کہ انہوں نے توبہ کرلیا، اس کے بعد صفات کی تاویل کرنے والوں کی تردید میں کتاب تالیف فرمائی، اپنی کتاب "الفنون" میں انہوں نے ان اہل کلام اور صوفیاء کی مذمت کی ہے جو شریعت اسلامیہ سے خارج ہو چکے ہیں، ان کا یہ قول ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "درء تعارض العقل والنقل": ۸/ ۶۱-۶۸ میں نقل کیا ہے۔

[66] ان سے اس قول کو شیخ محمد بن سلطان معصومی حنفی نے اپنی کتاب: "حکم اللہ الواحد الصمد": ۴۴ میں نقل کیا ہے، ناشر: دار العاصمہ -ریاض۔

چھڑکنا، ان کا قصد کرنا اور لات وعزی کے پجاریوں کی اقتداء کرتے ہوئے درخت پر (کپڑوں کے) چیتھڑے لٹکانا"[67]۔

شیخ عبد اللہ ابابطین[68] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میں نے قاضی ابو یعلی[69] کے مجموعہ فتاوی میں دیکھا کہ: ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو: (اے محمد، اے علی) کی ندا لگاتا ہے، تو آپ نے فرمایا: یہ جائز نہیں، کیوں کہ یہ دونوں ہی مردے ہیں)[70]۔

رہی بات غیر اللہ سے دعا کرنے کی حرمت سے متعلق مالکی علماء کے اقوال کی تو امام محمد بن احمد قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" کے اندر فرمان الہی: { إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُواْ مَا ٱسۡتَجَابُواْ لَكُمۡۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكۡفُرُونَ بِشِرۡكِكُمۡۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيرٖ ﴿١٤﴾ } [سورة فاطر:14] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ کے فرمان: { إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ } کا مطلب یہ ہے کہ: اگر تم مصائب ومشکلات میں ان سے مدد کی

---

(67) اس قول کو ان سے ابن القیم نے اپنی کتاب "إغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان": ۳۵۲-۳۵۳ میں نقل کیا ہے۔ نیز ان سے شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب: "مفید المستفید فی حکم تارک التوحید": ۳۰۱-۳۰۲ میں اس قول کو نقل کیا ہے' ناشر: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ–ریاض

(68) ان کا تعارف گزر چکا ہے

(69) آپ حنابلہ کے شیخ' مفتی وقاضی' محمد بن الحسین بن محمد بغدادی حنبلی' ابن الفراء ہیں' اپنے زمانے میں عراق کے عالم تھے' ان کی کتابوں میں "إبطال التأویلات فی أخبار الصفات" اور "الرد علی الجھمیۃ" وغیرہ سر فہرست ہیں' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۴۵۸ھ میں ہوئی' اللہ آپ کو اپنی کشادہ رحمت سے ڈھانپ لے۔

مع اختصار از: "سیر أعلام النبلاء": ۱۸/ ۸۹' آپ کی سوانح "تاریخ الإسلام" اور آپ کے صاحبزادے محمد بن ابو یعلی الفراء کی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں بھی موجود ہے۔

(70) "تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس": ۱۴۸

گو ہار لگاؤ گے تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے، کیوں کہ وہ جمادات (کی طرح) ہیں جو نہ تو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی سن سکتے ہیں، اور اس لیے بھی کہ ہر سننے والا بول نہیں سکتا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ: (آیت کے) معنی یہ ہیں کہ: اگر وہ سن بھی لیں تو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔

ایک معنی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ: اگر ہم انہیں عقل اور زندگی سے نواز دیں اور وہ تمہاری دعا کو سن لیں تو وہ تم سے زیادہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار ثابت ہوں گے، اور اس کفریہ (عمل پر) تمہاری (طلب) پوری نہیں کریں گے۔

{ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ } یعنی: یہ انکار کر بیٹھیں گے کہ تم نے ان کی عبادت کی ، اور تم سے اپنی برائت ظاہر کریں گے۔

یہ بھی درست ہے کہ اس سے مراد عقل رکھنے والے معبود ہوں جیسے فرشتے، جن، انبیاء اور شیاطین، یعنی (یہ تمام معبود) اس بات سے انکار کریں گے کہ تمہارا عمل برحق ہے، اور انہوں نے تم کو یہ حکم دیا کہ تم ان کی عبادت کرو، جیسا کہ اللہ نے عیسی علیہ السلام کے تعلق سے ہمیں یہ خبر دی: { مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ } [سورة المائدة:116].

ترجمہ: مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔

یہ بھی درست ہے کہ اس میں مختلف اصنام بھی شامل ہوں، جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ ان کے اندر زندگی ڈال دے گا تا کہ وہ یہ بتا سکیں کہ وہ عبادت کے حقدار نہیں۔

{ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ } وہ اللہ عزیز و برتر ہے جو (ہر چیز سے باخبر ہے)، یعنی: اللہ سے زیادہ کوئی بھی اللہ کی مخلوق سے واقف نہیں، اس لیے مخلوق کے بارے میں اس کی طرح تمہیں کوئی نہیں خبر دے سکتا۔ انتہی

علامہ عبد الحمید بن بادیس جزائری [71] رحمۃ اللہ علیہ -جو کہ متاخرین مالکی علماء میں سے ہیں- اللہ کے فرمان {وَٱلَّذِينَ لَا يَدۡعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ [سورة الفرقان:68] کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

توحید الٰہی کی مزید وضاحت

جس نے غیر اللہ کو پکارا اس نے اس کی عبادت کی۔

قرآن حکیم نے (جابجا) عبادت کو دعا سے موسوم اور تعبیر کیا ہے، کیوں کہ دعا عبادت ہے، چناں چہ عبادت کو اس کی ایک قِسم (دعا) سے تعبیر کیا گیا ہے، اس ایک قِسم کو اختیار کر کے اس کو پوری عبادت سے موسوم کیا گیا ہے، کیوں کہ دعا عبادت کا مغز اور اس کا حاصل و نچوڑ ہے، عبادت گزار

---

(71) آپ شیخ اور داعی عبد الحمید بن مصطفی بن مکی بن بادیس ہیں' آپ کا شمار چودھویں صدی کے نصف اول کے جزائری داعیوں میں ہوتا ہے' آپ نے جزائر اور تونس کے مختلف مشائخ سے علم حاصل کیا' پھر تعلیم' دعوت اور بدعت کے مقابلے میں لگ گئے' بطور خاص صوفی طریقتوں پر ضرب لگایا' یہاں تک کہ صوفیاء نے آپ کو جان سے مار ڈالنے کی سازش رچی لیکن اللہ نے آپ کو بچالیا' آپ نے جریدہ الشہاب کی تاسیس کی' چند دینی مجلات میں ان کی سرگرمی نمایاں تھی' بہت سے دعاۃ نے آپ سے کسب فیض کیا' جیسے مبارک المیلی' فضیل الورتیلانی' محمد سعید الزاہری' احمد حمانی' محمد الصالح بن عتیق اور محمد الصالح رمضان۔

آپ کے مقالات کو یکجا کر کے کتابوں کی شکل میں (شائع کیا گیا)' ان کتابوں میں "مبادئ الأصول"' "العقائد الإسلامیۃ"' "التفسیر أو مجالس التذکیر"' "رجال السلف ونساؤہ"' اور "جواب سؤال عن سوء مقال" سر فہرست ہیں' (آخر الذکر مقالے)میں انہوں نے ابن علیوۃ الطرقی پر رد کیا ہے' آخر الذکر تین عناوین پر شیخ کے مقالات چھ جلدوں میں جمع کیے گئے ہیں' جن کو جزائر کی وزارت برائے دینی امور نے شائع کیا ہے۔

ابن بادیس نے اپنی زندگی' وقت اور محنت کو فرانسی تسلط سے جزائر کو آزاد کرانے کے لیے وقف کر دیا' اپنی زندگی تعلیم اور دعوت کی راہ میں بتادی' حتی کہ مغربِ عرب میں دعوت کے اماموں میں شمار کیے جانے لگے' ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ کو آپ وفات پاگئے' اللہ آپ پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔

سوانح کا مرجع: "أصول الدعوۃ السلفیۃ عند العلامۃ عبد الحمید بن بادیس" از قلم: شیخ محمد حاج عیسی الجزائری۔

انسان معبود کی عزت وشوکت کے سامنے اپنی ذلت وانکساری کا اظہار کرتا ہے، اس کی مالداری وبے نیازی کے سامنے اپنی فقیری کو ظاہر کرتا ہے، اس کی قدرت کے سامنے اپنی عاجزی اور اس کے سامنے اس کی تعظیم اور اپنی انکساری کو درشاتا ہے، ان تمام چیزوں کا اظہار اپنی زبان سے دعا ونداء اور حاجت طلبی کے ذریعہ کرتا ہے، دعا ہی وہ مظہر ہے جو ان تمام چیزوں پر دلالت کرتا ہے، اسی لیے وہ عبادت کا مغز کہلاتی ہے، سنت مطہرہ میں اس سے متنبہ کیا گیا ہے، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دعا ہی عبادت ہے"، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: { وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ } [سورۃ غافر:60].

ترجمہ: تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔

اس حدیث کو احمد، ترمذی اور ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ رحمھم اللہ نے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (دعا عبادت کا مغز- حاصل ونچوڑ- ہے)، اسے ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عقلی اور نقلی دونوں ہی (دلیلوں کا اس پر) اتفاق ہے کہ دعا عبادت ہے، چناں چہ جس نے غیر اللہ سے دعا کی اس نے اس کی عبادت کی، اگر وہ غیر اللہ سے دعا کرنے کو عبادت کا نام نہیں دیتا ہو تو اس کے نام دینے اور نہ دینے سے حقیقت نہیں بدل سکتی، کیوں کہ اعتبار تو شریعت کے اس نام کا ہی ہوگا جس کا ذکر مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں آیا ہے، نا کہ اس نام کا جس سے وہ (دعا کو) موسوم کرے۔۔۔

تنبیہ اور رہنمائی:

لوگوں کی دعاؤں میں ہم بکثرت یہ الفاظ سنتے ہیں: (اے پالنہار اور پیر ومرشد) (اے میرے پالنہار اور میرے رب کے اولیاء) ...یہ غیر اللہ کو پکارنا ہے، اے بندہ مسلم تم اس سے ہوشیار

وخبردار رہو، صرف اور صرف ایک اللہ سے دعا کرو جو تمہارا پالنہار اور خالق ہے، شرک کی ناک خاک آلود ہو-انتہی[72]

علامہ مبارک المیلی المالکی الجزائری[73] رحمۃ اللہ علیہ -وہ بھی متاخرین مالکی علماء میں سے ہیں-اپنی کتاب "رسالۃ الشرک ومظاہرہ" میں فرماتے ہیں:

"غیر اللہ کو پکارنے کا حکم

غیر اللہ کو پکارنا...واضح شرک اور گھناؤنا کفر ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارنا، جیسے یہ کہنا:(اے میرے رب اور میرے پیر، اے میرے رب اور میرے داتا، اے اللہ اور اس کے لوگ، اے اللہ اور اے میرے آقا عبد القادر) ، میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ وہ لوگوں کو اکثر وبیشتر یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ: اے میرے رب! اے میرے آقا یوسف! میری مغفرت فرما....

اس پر شرک کا حکم لگانا واضح ہے، کیوں کہ دعا کرنے والا اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو(بھی)واو(حرفِ عطف) کو ذکر کرکے یا اسے حذف کرکے، شامل کرتا ہے، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کے بعد

---

[72] مجالس التذکیر من کلام الحکیم الخبیر:۲۹۹-۳۰۰' یہ کتاب وزارت برائے دینی امور-جزائر سے مطبوع ہے۔

[73] آپ شیخ مبارک بن محمد ابراہیمی المیلی ہیں' آپ نے بچپن سے ہی بڑے علمائے کرام سے تحصیل علم کیا' ان میں شیخ عبد الحمید بن بادیس بھی سرفہرست ہیں' پھر آپ سنہ ۱۹۳۱ میں جزائری مسلم علماء کمیٹی کے نمایاں ترین رکن نامزد ہوئے' صحافت میں آپ کا نمایاں دعوتی کردار تھا' ہر چند کہ جزائر پر فرانسی قبضہ کے دوران آپ کو بہت سی تنگیوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا' پھر بھی آپ دعوت کی راہ میں جد وجہد کرتے رہے' آپ کی بہت سی تالیفات ہیں' ان میں مشہور ترین "الشرک ومظاہرہ" نامی کتاب ہے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔

سوانح کے مراجع ومصادر: "الشرک ومظاہرہ" کی تحقیق کا مقدمہ' تحقیق: شیخ ابو عبد الرحمن محمود جزائری' ناشر: دار الرایۃ-ریاض

جو اسم آتا ہے وہ اس سے ماقبل کے ساتھ حکم میں شریک ہے، اور جو حکم یہاں مشترک ہے وہ ہے عبادتِ دعا۔

دوسری قسم: اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارنا، جیسے یہ کہنا:...[اے معین الدین چشتی! میری مدد کر، اے غوث! میری فریاد سن لے]۔انتہی[74]

آپ مزید فرماتے ہیں: ہر چند کہ مسلمانوں کی کتاب (قرآن میں) غیر اللہ سے دعا کرنے کی شدید مذت کی گئی ہے اور نبی ﷺ نے اس سے ہوشیار فرمایا ہے، پھر بھی ان کے درمیان یہ برائی بہت عام ہے، حتی کہ جاہل ونادان اور ان سے قریب رہنے والے لوگ ایک اللہ کو پکارنے پر غیر اللہ سے دعا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، (وہ اپنے اس عمل پر) دلیل دیتے ہوئے اپنی حکایتوں کا حوالہ دیتے ہیں، جن کا احاطہ کرنا ملول آمیز اور ناممکن ہے[75]۔

علامہ تقی الدین ہلالی مالکی[76] رحمۃ اللہ علیہ - وہ بھی متاخرین مالکی علماء میں سے ہیں- اپنی کتاب "الهدية الهادية إلى الطائفة التيجانية" میں لکھتے ہیں:

---

[74] رسالۃ الشرک ومظاہرہ: ۲۸۱-۲۸۲، مع اختصار، تحقیق: شیخ ابو عبد الرحمن محمود جزائری، نظر ثانی: شیخ بکر ابو زید رحمۃ اللہ علیہ، ناشر: دار الرایۃ-ریاض

[75] رسالۃ الشرک ومظاہرہ: ۲۸۶

[76] آپ علامہ، محمد، مشہور عالم لسانیات، بڑے شاعر، مراکشی مسافر، سلفی عالم، ڈاکٹر محمد تقی ہیں، جو محمد تقی الدین ہلالی سے مشہور ہیں، آپ نے بہت سے مشائخ سے علم حاصل کیا، ان میں آپ کے مصری اساتذہ شیخ عبد الظاہر ابو السمح اور شیخ رشید رضا سر فہرست ہیں، آپ ایک سال تک مصر میں مقیم رہے اور عقیدہ سلف کی دعوت دیتے رہے اور شرک والحاد کا مقابلہ کرتے رہے، پھر آپ نے ہندوستان کا سفر کیا جہاں شیخ عبد الرحمن بن عبد الرحیم مبارکفوری صاحب "تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی" سے حدیث کا علم حاصل کیا، عراق کے علماء سے بھی کسب فیض کیا، پھر علمی اور دعوتی کاموں میں بتدریج بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے اندر ۱۹۷۴ء تک تدریس کا فریضہ انجام دیا، پھر اپنے ملک مراکش لوٹ گئے اور وہاں ۲۵ شوال ۱۴۰۷ھ اپنی زندگی کے آخری دم تک توحید وسنت کی دعوت دیتے رہے۔

"اے توفیق یافتہ قاری آپ کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے کہ مدد طلب کرنا دعا ہے، اور دعا عبادت کا مغز ہے، جو شخص غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے وہ شرک کرتا اور اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ یا اس کے علاوہ کوئی اور مخلوق اس بات پر قادر ہے کہ اس سے مدد طلب کرنے والوں کی مدد کر سکے، مجبور و بے کس کی پکار سن سکے، مصیبت کو دور کر سکے، لوگوں کو زمین پر جانشیں بنا سکے، تو اس نے قرآن و سنت کی رو سے اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود بنایا، سورۃ النمل کی ان آیتوں پر غور فرمائیں: { وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

عقیدہ اور فقہ کے موضوعات پر بیس سے زائد آپ کی تالیفات ہیں، ان میں "القاضی العادل فی حکم البناء علی القبور" اور "العلم المأثور والعلم المشهور واللواء المنشور فی بدع القبور" بھی شامل ہیں۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے۔

يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِۗ أَءِلَٰهٞ مَّعَ ٱللَّهِۚ قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾} [سورۃالنمل:58-64].

ترجمہ:ان پر ایک (خاص قسم) کی بارش برسادی، ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی۔ تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ تعالی بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہراتے رہے ہیں۔ بھلا بتاؤ تو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگادیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہر گزنہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے)۔ کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کردیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنادی کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں۔ بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے ، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالی کے ساتھ او رمعبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو۔ کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوش خبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے، جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند وبالا تر ہے۔ کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

اللہ تعالی نے ان آیتوں میں ایسے امور کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے ساتھ خاص ہیں اور ان پر اس کے علاوہ کسی کو قدرت حاصل نہیں، ان میں بے کس و مجبور کی پکار کو سننا، مصیبت وپریشانی کو دور کرنا ، عہدہ ومنصب سے سرفراز کرنا، خشکی وتری کی تاریکیوں میں رہنمائی کرنا اور (بارش سے پہلے

)ہوا بھیجنا بھی شامل ہیں، چناں چہ جو شخص ان میں سے کسی چیز کو کسی مخلوق کی طرف منسوب کرتا ہے (اور یہ عقیدہ رکھتا ہے) کہ وہی بذات خود اس کا فاعل ہے، تو ایسا کرنے والا اللہ کے ساتھ شرک کرتا اور اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرتا ہے۔

جان لیجئے کہ تمام مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ربوبیت، الوہیت وعبادت اور اسماء وصفات میں اللہ کو ایک جانیں، یہ توحید کی تین قسمیں ہیں، جس نے ان کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا وہ کافر ہے[77]۔

علامہ، شیخ اور مفسر محمد امین بن محمد مختار شنقیطی[78] رحمۃ اللہ علیہ -وہ بھی متاخرین مالکی علماء میں سے ہیں- فرمان الٰہی { وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرۡهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴿١١٧﴾} [سورة المؤمنون:117] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"سب سے بڑا کافر وہ ہے جو اللہ کے ساتھ ایسے معبود کو پکارتا ہے جس (کو پکارنے کی) کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، ایسے شخص کے بارے میں فلاح وکامرانی کے نفی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ہلاکت سے ہمکنار ہو گا اور جہنم میں داخل ہو گا، اللہ نے بہت سی آیتیوں میں اپنے ساتھ کسی اور کو پکارنے سے منع فرمایا ہے، جیسے اللہ کا یہ فرمان:

---

(77) الهداية الهادية إلى الطائفة التجانية:٦١

(78) آپ شیخ، علامہ، اصول (فقہ وتفسیر کے ماہر)، مفسر قرآن، محمد امین بن محمد مختار شنقیطی ہیں، آپ کا شمار چودھویں صدی کے نمایاں علماء میں ہوتا ہے، آپ نہایت وسیع علم، بلا کی ذہانت، نادر ونایاب قوت حافظہ کے مالک تھے، تقریباً آپ کی بیس کتابیں ہیں، زیادہ تر تالیفات تفسیر، فقہ اور عقیدہ میں ہیں، سب سے مشہور اور متبادل کتاب "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن" اور "مذكرة أصول الفقه على روضة الناظر "ہیں، آپ کی تمام تالیفات ایک علمی انسائکلوپیڈیا (کی شکل) میں یکجا کر دی گئی ہیں، جو "آثار الشيخ محمد الأمين الشنقيطي" کے عنوان سے شائع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ١٣٩٣ھ میں ہوئی۔ یہ معلومات "الأضواء" کے مقدمہ میں موجود آپ کی سوانح سے اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہیں، ناشر: دار عالم الفوائد-مکہ

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔ میں اس کی طرف سے تم کو صریح رستہ بتانے والا ہوں۔

نیز یہ فرمان:

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور کو (معبود سمجھ کر) نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔

اس طرح کی آیتیں بہت زیادہ ہیں۔ انتہی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الحجرات کی دوسری آیت کی تفسیر میں مزید رقم طراز ہیں:

"وہ حقوق جو اللہ تعالی کے لیے خاص ہیں اور جو اس کی ربوبیت کے خصائص میں سے ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ بندہ کو جب ایسے مصائب ومشکلات کا سامنا ہو جن کو اللہ کے سوا کوئی اور نہیں دور کر سکتا تو اسے اپنے رب سے لو لگانا چاہئے، کیوں کہ مجبور وبے کس انسان کو جب مصائب کا سامنا ہو اور آفتیں اسے اپنے گھیرے میں لے لیں تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور سے لو لگائے اور اس سے التجا کرے۔ کیوں کہ یہ ربوبیت کے اوصاف اور خصوصیات میں سے ہے، چناں چہ اس حق کو اللہ کے لیے انجام دینا اور اسے اس کے لیے خالص رکھنا عین اللہ ورسول کی اطاعت اور رضا جوئی ہے، نیز یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کا بھی (تقاضہ) ہے، کیوں کہ آپ کی تعظیم وتوقیر کی سب سے بڑی شکل یہی ہے کہ توحید اور عبادت کو صرف ایک اللہ عزیز وبرتر کے لیے خاص رکھنے میں آپ کی اتباع وپیروی کی جائے۔

اللہ عزیز وبرتر نے اپنی کتاب کے اندر بہت سی آیتوں میں یہ واضح فرمایاہے کہ آفت ومصیبت کے اوقات میں بے کس و مجبور بندے کا صرف ایک اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ تعالی کی ربوبیت کے اوصاف وخصوصیات میں سے ہے " انتہی[79]۔

اس طرح مسالک اربعہ کی (طرف منسوب) علماء کے اقوال کا سلسلہ ختم ہوا۔

بہت سے محققین علماء جو کسی متعین مسلک کی طرف نسبت نہیں رکھتے، اور ایسے علماء جو مسالک اربعہ کی طرف منسوب نہیں ہیں، انہوں نے بھی غیر اللہ کو پکارنے کی حرمت سے متعلق بہت واضح اور دوٹوک باتیں لکھی ہیں، چناں چہ امام محمد بن علی شوکانی[80] اپنی کتاب "الدر النضید فی إخلاص کلمۃ التوحید" میں لکھتے ہیں:

"جان رکھئے کہ سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑھ کر آفت وہ ہے جو میں نے ذکر نہیں کیا ہے -یعنی مجرد وسیلہ اور مستحق شخص سے سفارش طلب کرنے (کے بیان میں یہ ذکر نہیں کیا ہے) - اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کا عقیدہ بہت ساری عوام اور کچھ خاص لوگ قبر میں مدفون حضرات اور مشہور زندہ بزرگوں کے بارے میں رکھنے لگے ہیں کہ وہ ایسی چیزوں پر بھی قدرت رکھتے ہیں جن پر اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی اور قادر نہیں، اور وہ ایسے اعمال بھی انجام دے سکتے

---

(79) دیکھیں: آپ کی تفسیر: "أضواء البیان"۔

(80) آپ شیخ، فقیہ اور اصولِ (فقہ وتفسیر کے ماہر) محمد بن علی بن محمد شوکانی، یمنی ہیں، آپ نے بہت سے فنون میں مختلف علماء سے کسب فیض کیا، بہت سی کتابیں تالیف کیں، ان میں "إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول" بھی ہے، آپ کا مجموعہ فتاوی بھی "الفتح الربانی فی فتاوی الشوکانی" کے عنوان سے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے، تفسیر میں آپ کی کتاب "فتح القدیر" ہے، خالق اور مخلوق کے اتحاد کے قائلین پر آپ نے اپنی کتاب "الصوارم الحداد القاطعۃ لعلائق مقالات أرباب الاتحاد" میں رد کیا ہے، ان کے علاوہ آپ کی بہت سی تالیفات ہیں جن کی تعداد ۱۱۴ تک پہنچتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی خود نوشت سوانح کے لیے رجوع کیجئے "البدر الطالع"، نیز دیکھیں: الأعلام للزرکلی: ۶/ ۲۹۸

ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، یہاں تک کہ ان کی زبان سے بھی وہ باتیں نکل گئیں جو ان کے دلوں میں چھپی تھیں، چناں چہ وہ ان بزرگوں کو کبھی تو اللہ کے ساتھ پکارتے ہیں، اور کبھی (اللہ کو چھوڑ کر) مستقل طور پر ان سے ہی دعا کرتے ہیں، ان کے ناموں کی دہائی دیتے ہیں، ان کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح نفع ونقصان کے مالک (اللہ کی) تعظیم کرتے ہیں، اور ان کے سامنے اس سے بھی زیادہ خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں جتنا نماز اور دعا میں اپنے رب کے سامنے اختیار کرتے ہیں، اگر یہ شرک نہیں ہے، تو ہمیں نہیں پتہ کہ شرک کیا ہے، اگر یہ کفر نہیں ہے تو دنیا میں کوئی اور کفر نہیں ہے" انتہی[81]۔

میں اس باب کا خاتمہ عالی جناب امام شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز[82] رحمۃ اللہ علیہ کے اس نفیس اور جامع قول سے کرتا ہوں، آپ فرماتے ہیں:

---

[81] ص:۲۲-۲۳، تحقیق: محمد علی الحلبی، دار الفتح-الشارقۃ

[82] آپ شیخ امام عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز ہیں، اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے، آپ نے اپنے علم وفقاہت، مساجد (کی تعمیر) اور علمی پروجیکٹ سے دنیا کو بھر دیا، آپ سے بے شمار طلاب علم نے کسب فیض کیا اور سند فراغت حاصل کی، آپ کے بعد مملکت سعودی عرب میں جو بھی علماء، طلبہ اور قاضی آئے ان میں سے اکثر وبیشتر نے آپ (کے علم وفقاہت سے) کسب فیض کیا، آپ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے افتتاح کے وقت اس کے نائب رئیس مقرر ہوئے، پھر ایک سال کے بعد اس کے رئیس بن گئے، چناں چہ یہ یونیورسٹی افتتاح سے لے کر اب تک ایک علمی قلعہ کی حیثیت رکھتی ہے جس سے پوری دنیا سے آنے والے طلبہ مستفیض ہوتے ہیں، ان طلبہ میں چند ایسے بھی ہیں جو اپنے ملکوں میں علماء کی صف میں شمار ہوتے ہیں، آپ کے فتاوی کا مجموع تیس جلدوں پر مشتمل ہے، آپ کی بہت سی کتابیں اور رسائل ہیں، آپ لوگوں کے حق میں بکثرت سفارش کرنے، ان کی ضرورتوں کی تکمیل میں ان کا تعاون کرنے، اور ہر کس وناکس کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وجہ سے جانے جاتے تھے، بلکہ کافر حکومتوں کے سربراہان تک ان کی نصح وخیر خواہی کی رسائی تھی، آپ کے علمی، دعوتی اور تربیتی آثار ونقوش کے بارے میں بات کریں تو گفتگو بہت طول پکڑ لے گی۔
آپ کی حیات پر بہت سی سوانح لکھی گئیں، ان میں ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کی کتاب "عبد العزیز بن باز، عالم فقدتہ الأمۃ" اور آپ کی لائبریری کے انچارج شیخ محمد بن موسی الموسی کی کتاب "جوانب من سیرۃ الإمام عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ" سر فہرست ہیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ دعا عبادت کی ایک اہم اور جامع ترین قسم ہے، اس لیے اس کو ایک اللہ کے لیے خالص رکھنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ عزیز وبرتر کا فرمان ہے: {فَٱدۡعُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴿١٤﴾} [سورة غافر:14].

ترجمہ: تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔

نیز اللہ عزیز وبرتر نے فرمایا: { وَأَنَّ ٱلۡمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا ﴿١٨﴾} [سورة الجن:18].

ترجمہ: مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

اس میں انبیاء اور ان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات شامل ہیں، کیوں کہ "أحد" نکرہ ہے جو نفی کی سیاق میں آیا ہے، اس لیے اللہ پاک کے سوا ہر ایک کو شامل ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: { وَلَا تَدۡعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ } [سورة يونس:106].

ترجمہ: اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۴۲۰ھ کے آغاز میں نوے سال کی عمر میں ہوئی' آپ کی موت سے پوری دنیا ہل گئی ' تمام مسلم گھرانوں پر حزن وملال کا بادل چھا گیا' آپ کی نماز جنازہ میں شہزادوں' وزیروں' علماء' قاضیوں' طلبہ' انٹلکچول حضرات اور عوام کا جم غفیر شریک تھا' مسجد حرام میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی' آپ کے جنازہ میں دس لاکھ سے زائد مسلمان شریک تھے' بہت دنوں تک اخبارات آپ کی وفات کی خبر سے بھرے رہتے تھے' رہی بات شعری اور نثری مرثیہ کی تو اس کی تعداد اس قدر ہے کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو شرک سے محفوظ رکھا تھا، اس لیے آیت سے مراد دوسروں کو اس سے ہوشیار و خبر دار کرنا ہے، اس کے بعد اللہ عزیز وبرتر فرماتا ہے: {فَإِن فَعَلۡتَ فَإِنَّكَ إِذٗا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ١٠٦}

ترجمہ: پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقینا تو اس وقت ظالموں میں سے ہو گا۔

اگر اولاد آدم علیہ السلام کے سردار غیر اللہ کو پکارتے تو ظالموں میں شمار ہوتے تو بھلا دوسروں کا کیا حال ہو گا؟ جب ظلم کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد شرک اکبر ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: {وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ} [سورۃ البقرۃ:254].

ترجمہ: کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

نیز فرمایا: {إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ} [سورة لقمان:13].

ترجمہ: بے شک شرک یقینا بہت بڑا ظلم ہے۔

یہ اور (ان جیسی) دیگر آیتوں سے معلوم ہوا کہ مردوں، درختوں، پتھروں اور بتوں وغیرہ جیسے غیر اللہ کو پکارنا اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے جو اس عبادت کے منافی ہے جس کی خاطر اللہ نے جن وانس کو پیدا کیا، اس کو بیان کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لیے رسولوں کو مبعوث کیا اور کتابیں نازل فرمائیں۔ لا الہ الا اللہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ غیر اللہ سے تمام طرح کی عبادت کی نفی کرتا اور اسے صرف ایک اللہ کے لیے ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: {ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلۡبَٰطِلُ} [سورة الحج:62].

ترجمہ: یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

یہی دین کی اصلیت اور ملت کی بنیاد ہے، یہ اگر درست ہے تب ہی عبادتیں درست ہوں گی، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٦٥ ﴾ [سورۃ الزمر:65].

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَلَوۡ أَشۡرَكُواْ لَحَبِطَ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴾ [سورة الأنعام:88].

ترجمہ: اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔

دین اسلام کی عمارت دو ستونوں پر قائم ہے، اول: صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کی جائے، دوم: عبادت محض اللہ کے نبی کی شریعت اور اس کے رسول محمد ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی کی جائے۔ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی کے معنی یہی ہیں، چناں چہ جس نے انبیاء وغیرہم جیسے مردوں کو پکارا، یا بتوں سے دعا کی، یا درختوں ، یا پتھروں یا دیگر مخلوقات سے التجا کی، یا ان سے مدد طلب کی، یا نذر ونیاز کے ذریعہ ان کی قربت حاصل کی، یا ان کی خاطر نماز پڑھی یا ان کا سجدہ کیا، اس نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں معبود بنایا اور انہیں اللہ پاک کا شریک ٹھہرایا۔

یہ عمل (دین اسلامی کی) بنیاد اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی کے منافی ہے، اسی طرح وہ شخص جو دین میں ایسی چیز ایجاد کرے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، وہ بھی شہادتِ محمد رسول اللہ کے

معنی کو بروئے عمل لانے (سے قاصر ہے)، اللہ عزیز وبرتر کا فرمان ہے: { وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُواْ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾ } [سورة الفرقان:23].

ترجمہ: انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

ان اعمال سے مراد اس شخص کے اعمال ہیں جو اللہ عزیز وبرتر کے ساتھ شرک کرتے ہوئے مرتا ہے، اسی طرح وہ بدعتی اعمال بھی (اس سے مراد ہیں) جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، یہ سارے اعمال قیامت کے دن پراگندہ ذروں کی طرح ہو جائیں گے کیوں کہ وہ شریعت مطہرہ کے مطابق نہیں تھے، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ قابل رد ہے" (متفق علیہ)[83]۔

آپ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں: "اللہ عزیز وبرتر نے اس سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور دعا کرنے والے سے قبولیت کا وعدہ کیا ہے اور جو شخص اس سے (اعراض برتتے اور) تکبر کرے، اسے جہنم میں داخل کرنے کی وعید سنائی ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: { وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ } [سورة غافر:60].

ترجمہ: تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

---

[83] بخاری (۲۶۹۷) اور مسلم (۱۷۱۸) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

یعنی ذلیل وخوار ہو کر (جہنم میں داخل ہوں گے)، یہ آیت کریمہ اس بات پر دال ہے کہ دعا عبادت ہے، اور جو شخص دعا سے (اعراض برتے اور) تکبر کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا، جب اللہ کو پکارنے سے اعراض کرنے والے کا یہ حشر ہو گا تو بھلا اس کی کیا حالت ہو گی جو غیر اللہ سے دعا کرتا یا اللہ سے ہی منہ پھیر لیتا ہے؟

اللہ پاک قریب ہے، (دعا کو) قبول کرتا ہے، ہر چیز کا مالک اور ہر کام پر قادر ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا فرمان ہے:

{ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ } [سورة البقرة:186].

ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

رسول ﷺ نے صحیح حدیث میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ دعا ہی عبادت ہے، آپ نے اپنے چچازاد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو" (ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے)[84]۔

---

[84] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:" جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اس کا شریک ٹھہراتا رہا ہو تو وہ جہنم میں جاتا ہے "[85]۔

صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا گناہ اللہ کے یہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ: **تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے**[86]۔

معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو غیر اللہ سے دعا کرتا، یا اس سے مدد مانگتا، یا اس کے لیے نذر مانتا، یا اس کے نام پر جانور ذبح کرتا، یا اس کے لیے کسی قسم کی عبادت انجام دیتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، خواہ وہ نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا جنی، بت ہو یا کوئی اور مخلوق۔

رہی بات زندہ اور موجود انسان سے ایسی چیز مانگنا جو اس کی قدرت میں ہو، یا ایسے حسی معاملات میں اس سے مدد مانگنا جن پر وہ قادر ہو تو یہ شرک نہیں ہے، بلکہ یہ ان عام معاملات میں سے ہے جو مسلمانوں کے درمیان جائز وروا ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے قصے میں فرمایا:

{فَٱسْتَغَٰثَهُ ٱلَّذِى مِن شِيعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِى مِنْ عَدُوِّهِۦ} [سورۃ القصص:15].

ترجمہ: اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی۔

اور جیسا کہ اللہ نے موسی علیہ السلام کے قصے ہی میں یہ بھی ذکر فرمایا: {فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ} [سورۃ القصص:21].

ترجمہ: موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے۔

---

(85) اسے بخاری (۴۴۹۷) نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(86) اسے بخاری (۴۴۶۱) اور مسلم (۸۶) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

اور جیسا کہ انسان اپنے دوستوں اور احباب سے جنگ اور ان جیسے دیگر پیش آمدہ معاملات میں مدد طلب کرتا ہے، جن میں ان کو باہمی تعاون کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ آپ کسی کے لیے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، چناں چہ اللہ نے سورۃ الجن میں فرمایا: {قُلْ إِنَّمَآ أَدْعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشْرِكُ بِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ إِنِّي لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾} [سورۃ الجن:20-21].

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان و نفع کا اختیار نہیں۔

نیز باری تعالی نے سورۃ الأعراف میں فرمایا: {قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوْمٖ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾} [سورۃ الأعراف:188].

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس معنی کی آیتیں بہت ہیں۔

آپ ﷺ اللہ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے، اس کے علاوہ کسی اور سے مدد نہیں مانگتے، بدر کے دن الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے مدد اور نصرت طلب کرتے ہوئے آپ نے یہ دعا کی: "اے میرے رب! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرما دے"، یہاں تک کہ صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے

کہا: "اللہ کے نبی! بس، کافی ہے آپ کی اپنے رب سے اتنی ہی دعا۔ اللہ نے آپ سے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ اسے پورا کرے گا (ان شاء اللہ)" [87]۔ اس سلسلے میں اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی:

{إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾} [سورة الأنفال:9-10].

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لیے کی کہ بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والا ہے۔

اللہ نے ان آیتوں میں یہ یاد دہانی کرائی ہے کہ صحابہ کرام اللہ سے مدد طلب کرتے تھے، نیز یہ خبر دی ہے کہ اس نے ان کی دعا قبول بھی کی اور فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کی ، پھر اللہ پاک نے یہ بیان کیا کہ نصرت و مدد فرشتوں سے نہیں ملی، بلکہ اللہ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کی تا کہ انہیں نصرت اور اطمنان کی بشارت دے سکے، اللہ نے یہ وضاحت فرمائی کہ مدد تو اللہ کی طرف سے ملی، فرمایا:

{وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ} [سورة آل عمران:126].

ترجمہ: مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

---

[87] اس حدیث کو بخاری (۲۹۱۵) اور مسلم (۱۷۶۳) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اللہ عزیز وبرتر نے سورۃ آل عمران میں فرمایا: { وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ } [سورۃ آل عمران:123].

ترجمہ: جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے۔

اس آیت میں اللہ نے یہ بیان فرمایا کہ اس پاک پروردگار نے ہی ان کو بدر کے دن نصرت وفتح سے ہمکنار کیا، معلوم ہوا کہ اللہ نے انہیں جو اسلحہ جات اور طاقت وقوت دی اور فرشتوں کے ذریعہ انہیں مدد بہم پہنچائی، یہ سب نصرت وبشارت اور اطمنان کے اسباب تھے، نہ کہ مدد ان چیزوں کی وجہ سے ہی ملی، بلکہ یہ فتح ونصرت تو محض اللہ کی جانب سے ملتی ہے[88]۔ شیخ ابن باز کا قول ختم ہوا۔ راقم السطور -اللہ ان کی مغفرت فرمائے- کہتا ہے: اللہ ان اہل علم کو جزائے خیر سے نوازے جو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ لوگوں کے سامنے دین کی اصلیت کو واضح کرتے ہیں، جو کہ عبادت میں توحید (پر قائم رہنا ہے)، ان علماء کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم اپنی کتاب "الدرر السنیۃ من الفتاوی النجدیۃ" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

علماء نے ہر زمانے اور ہر ملک میں اصول اور فروع وغیرہ پر اتنی کتابیں تالیف کیں کہ جن کا شمار نا ممکن ہے، ان کا مقصد دین وشریعت اور اہل علم کے اقوال کو (ان کتابوں میں) محفوظ کرنا تھا، تاکہ علم وعمل پر قائم رہنے، شرعی احکام کی پابندی کرنے اور لوگوں پر انہیں لازم ٹھہرانے میں امت کا آخری طبقہ بھی اپنے اولین طبقہ کی طرح ہو، کیوں کہ اس معرفت وآگہی کی ضرورت تمام ضرورتوں سے بڑھ کر ہے، اگر یہ چیز نہ ہوتی تو ہمارے دین میں بھی وہ تحریفات در آتیں جو اس

---

[88] مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ: ۲/۱۰۸، ناشر: دار القاسم-ریاض

سے ما قبل کے ادیان میں در آئیں، اس لیے کہ کوئی زمانہ اٹکل مارنے والوں اور بغیر اصابت رائے اور فہم وفراست کے باتیں بنانے والوں سے خالی نہیں رہتا[89]۔

غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا اس فطرت سے انحراف کرنا ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اور وہ ہے صرف ایک اللہ کی عبادت:

دعا ایک قسم کی عبادت ہے، بلکہ وہ عبادت کا مغز، اس کا نچوڑ اور روح ہے ، کیوں کہ اللہ نے تمام لوگوں کو دین حنیف پر (موحد بناکر) پیدا کیا ہے، حنیف کے معنی ہوتے ہیں مائل، یعنی شرک سے توحید کی طرف مائل، پھر ان کے پاس انس وجن کے شیاطین آئے اور انہیں توحید سے برگشتہ کرکے شرک میں مبتلا کر دیا، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "آگاہ رہو! میرے رب نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ سکھاؤں جس سے تم ناواقف ہو، ان باتوں میں سے جو اللہ تعالی نے آج کے دن مجھ کو سکھلائی ہیں، میں جو مال اپنے بندے کو دوں وہ حلال ہے ، میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان بنایا، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کے دین سے ان کو ہٹا دیا، جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ حرام کر دیں، اور انہیں حکم دیا کہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری"[90]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے ایک جانور ایک صحیح سالم جانور جنتا ہے۔ کیا تم اس کا کوئی عضو (پیدائشی طور پر) کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ﴾ ترجمہ: یہ

---

[89] الدرر السنیۃ: ۱/۲۱

[90] اسے مسلم (۲۸۶۵) نے عیاض المجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالی کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالی کی خلقت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔[91]

اللہ کے رسول ﷺ نے فطرت توحید پر پیدا ہونے والے اس بچے کو جس کے اہل خانہ اسے شرک کی طرف مائل کر دیتے ہیں، اس جانور سے تشبیہ دی ہے جو صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا مالک اس کے کان کاٹ دیتا ہے، اگر یہود و نصاری اور مجوسی غیر اللہ کو پکارتے ہیں، تو فطرت اس کے بر عکس ہے، جو کہ صرف ایک اللہ کو پکارنا اور اس سے دعا کرنا ہے اور یہی مطلوب بھی ہے۔

صرف ایک اللہ کو پکارنا فطرت کا تقاضہ ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے والے مصائب و مشکلات کے وقت ان کو پوری طرح بھول جاتے ہیں جن سے وہ دعائیں کیا کرتے ہیں، اور (اس حالت میں) صرف ایک اللہ سے دعا کرنے کے لیے متوجہ ہو جاتے ہیں، **بے کسی ولا چاری کے عالم میں فطرت انہیں اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ صرف اللہ سے دعا کریں**، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے بر عکس یعنی غیر اللہ سے دعا کرنا باطل و بے بنیاد ہے، اللہ تعالی پہلے کے مشرکوں کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿ هُوَ ٱلَّذِي يُسَيِّرُكُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمۡ فِي ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَيۡنَ بِهِم بِرِيحٖ طَيِّبَةٖ وَفَرِحُواْ بِهَا جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٞ وَجَآءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانٖ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ أُحِيطَ بِهِمۡ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنۡ أَنجَيۡتَنَا مِنۡ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ٢٢ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمۡ إِذَا هُمۡ يَبۡغُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّۗ ﴾ [سورة يونس:22-23].

---

[91] بخاری (۱۳۵۸)، مسلم (۲۶۵۸)

ترجمہ: وہی ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں، اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں، تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم تیرے بہت ہی شکر گزار ہوں گے۔ لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔

اللہ پاک سورۃ الأنعام میں ارشاد فرماتا ہے:

کہو (کافرو!) بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو (تو بتاؤ)۔ بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو، وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اس وقت) انہیں بھول جاتے ہو۔

جب ابرہہ مکہ میں آیا اور اس کے خوف سے مکہ کے باشندے بھاگ کھڑے ہوئے، نبی ﷺ کے دادا عبد المطلب اور قریش کے کچھ لوگ اللہ سے دعا کرنے لگے اور اس سے نصرت و مدد مانگنے لگے، عبد المطلب کعبہ کا دروازہ پکڑ کر یہ ندا لگانے لگے:

يا رب لا أرجو لهم سواك يا رب فامنع منهم حماك

إن عدو البيت من عاداك امنعهم أن يخربوا قراك

ترجمہ: اے پالنہار! ہم ان کے خلاف تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، اے پالنہار! اپنے گھر کو ان سے محفوظ رکھ۔ یقیناً کعبہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے، تو انہیں اس بات سے روک دے کہ وہ مکہ کو تہ وبالا کردیں۔

نوٹ:

شروع زمانے کے مشرکوں کو جب کوئی مصیبت لاحق ہوتی تو وہ صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے، اور جب وہ خوش حالی میں ہوتے تو غیر اللہ سے دعا کرتے، جب کہ ہمارے زمانہ کے مشرکین پہلے کے مشرکوں سے بھی گئے گزرے ہیں، کیوں کہ وہ خوش حالی و تنگ حالی، ہر صورت میں غیر اللہ کو ہی پکارتے ہیں، لا حول ولا قوۃ إلا باللہ۔

شیخ صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تیرہویں صدی ہجری کے عالم ہے، انہوں نے اپنی کتاب "رحلۃ الصدیق إلی البیت العتیق" میں اس موضوع سے متعلق ایک قصہ ذکر کیا ہے جو ان کے ساتھ اس وقت پیش آیا جب وہ سمندری راستے سے حج کے لیے گیے، اس قصہ میں ہے کہ:

یہ ایک ایسی تعجب خیز بات ہے جسے چھپانا درست نہیں کہ ہوا (کی لہر) کے تھم جانے یا اس کا مخالف سمت میں چلنے کی وجہ سے کشتی بانوں کو جب کشتی کی فکر لاحق ہوتی ہے یا کشتی اور اس کے سواروں کے تئیں کسی قسم کا خوف لاحق ہوتا ہے تو وہ شیخ عبدوس وغیرہ جیسے مخلوقوں کے نام کی گوہار لگاتے اور ان سے مدد و نصرت طلب کرتے ہیں، وہ اللہ عزیز وبرتر کو کبھی نہیں پکارتے، اور نہ اس کے خوبصورت ناموں کے ساتھ اس سے دعا کرتے ہیں، جب میں انہیں غیر اللہ کو پکارتے ہوئے اور اولیاء سے مدد مانگتے ہوئے سنتا تو مجھے کشتی کی ہلاکت کا بڑا خوف لاحق ہو جاتا، اور میں اپنے دل میں کہتا: کتنی تعجب خیر بات ہے، یہ کشتی اپنے سواروں کے ساتھ سلامتی کے ساحل تک بھلا کیسے پہنچ پائے گی، مشرکین عرب بھی اس طرح کے مقام پر اپنے باطل معبودوں کو نہیں پکارا کرتے تھے،

بلکہ (ایسے مقام پر) ایک اللہ تعالی کو پکارتے تھے اور اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے تھے، جیسا کہ اللہ پاک نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا:

ترجمہ: پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

جب کہ یہ قوم جو خود کو (مسلمان) گردانتی ہے، وہ غیر اللہ سے دعا کرتی اور مخلوق کے ناموں کی گوہار لگاتی ہے، یقینا اللہ تعالی نے سچ فرمایا:

ترجمہ: ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔

چھٹی دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ بالکل ان مشرکوں کا سا عمل ہے جن کے درمیان نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا، چناں چہ وہ مشرکین انبیاء، فرشتوں اور بزرگوں وغیرہ کو پکارا کرتے تھے اور کہتے تھے: یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں گے اور ان کے نزدیک ہمارے سفارشی بنیں گے، اللہ تعالی نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کرسکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

اللہ نے سورۃ الزمر میں ان کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں۔ تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں ان کا فیصلہ کردے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا۔

آپ غور کریں کہ کس طرح اللہ نے پہلی آیت میں ان پر شرک کا اور دوسری آیت میں کفر کا حکم لگایا ہے۔

بلکہ اللہ تعالی کو چھوڑ کر کسی اور کو پکارنا ایسا عمل ہے جسے ماضی سے لے کر حال تک اور نوح سے لے کر ہمارے موجودہ دور تک کے تمام مشرکین انجام دیتے رہے ہیں، بشمول ابراہیم کی قوم کے جو بتوں سے دعا کرتی تھی، اور نصاری جو کہ عیسی اور ان کی ماں کو پکارتے تھے، اسی طرح بودھ مذہب کے ماننے والے اور ہندو جیسی بت پرست قومیں بھی (ایسا ہی کرتی رہی ہیں)۔

اس قسم کے انحراف میں بہت سے وہ فرقے بھی واقع ہیں جو دین اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں، ان میں سب سے مشہور تین فرقے یہ ہیں:

پہلا فرقہ رافضہ کا ہے، جنہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور چند آل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو آمیزی کی، یہاں تک کہ انہیں پکارنے اور ان سے حاجت روائی کرنے لگے، وہ اب کربلاء میں واقع علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا بالقصد سفر کرتے ہیں، ان سے اللہ کی طرح رزق اور اولاد کی دعا کرتے ہیں، اللہ ان کا منہ کالا کرے۔

دوسرا فرقہ غالی صوفیاء کا ہے، جنہوں نے ان لوگوں کی شان میں غلو کی جنہیں وہ اولیاء اور اقطاب سے موسوم کرتے ہیں، ان سے آفت ومصیبت کو دور کرنے اور حسرت آمیز نقصان پر مدد کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

تیسرا فرقہ قبر پرستوں کا ہے، جو کچھ بزرگوں کی قبروں پر جاکر اور بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آکر اللہ کی طرح ان سے دعا کرتے ہیں، اسی طرح کچھ ایسی قبروں کے پاس بھی جاتے ہیں جو چند آل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، یہ عبادت میں (اللہ کے ساتھ) شرک کرنا اور دین اسلام سے خارج ہونا ہے، اللہ کی پناہ۔

مؤلف: وہ معبودات جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، وہ قیامت کے دن اپنے عبادت گزاروں کے اس دعوی کو جھٹلا دیں گی کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے، (غور کیجئے کہ) اس سے بڑی رسوائی کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ترجمہ: جس دن (اللہ) ان کو اور ان کو جنہیں یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا تو فرمائے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایان نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو دوست بناتے۔ لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کو نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے، تو انہوں نے تو تم کو تمہاری بات میں جھٹلا دیا، اب تم (عذاب کو) نہ پھیر سکتے ہو، نہ (کسی سے) مدد لے سکتے ہو۔ جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(تو انہوں نے تو تم کو تمہاری بات میں جھٹلا دیا) یعنی جن کی تم نے اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی اور یہ گمان رکھا کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور تمہیں اللہ سے قریب کر دیں گے، انہوں نے تم کو جھٹلا دیا ...(اب تم (عذاب کو) نہ پھیر سکتے ہو، نہ (کسی سے) مدد لے سکتے ہو) یعنی وہ تم سے عذاب کو ٹالنے کی سکت نہیں رکھتے اور نہ وہ خود اپنی مدد کے قابل ہیں۔ انتہی

ساتویں دلیل: اگر انبیاء وصالحین جیسے غیر اللہ کو پکارنا درست ہوتا تو اللہ اس کا حکم ضرور دیتا۔ اللہ تعالی اس سے بالا وبرتر ہے۔ اور نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو ضرور انجام دیتے، ۔آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ اس سے بری ہیں۔، کیوں کہ وہ خیر وبھلائی کے سب سے زیادہ حریص اور سب سے زیادہ حق شناس تھے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہے جن کے نیچے نہریں جاری

ہوں گی، ان میں خلفائے اربعہ، آل بیت، جنت کی بشارت پانے والے اور ایسے صحابہ بھی تھے جن کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کردیے گئے ، اس کے باوجود کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں آپ سے دعا اور حاجت طلبی کی ہو، بلکہ ان کے بعد آنے والی تینوں افضل ترین صدیوں میں کسی کے بارے میں صحیح یا حسن اثر ایسا نہیں جو یہ ثابت کرسکے کہ جب انہیں کوئی حاجت درپیش ہوتی تو وہ قبروں کا رخ کرتے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "مومن اپنے رب سے امید قائم رکھتا، اس سے خوف کھاتا اور اسی سے دین کو خالص رکھتے ہوئے دعا کرتا ہے، اس کے شیخ ومرشد کا اس پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ ان کے لیے دعاکرے اور ان پر رحمت بھیجے ، کیوں کہ تمام مخلوقوں میں سب سے اعلی مقام ومرتبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز تھے، آپ کے صحابہ آپ کی شان ومنزلت سے سب سے زیادہ واقف تھے اور آپ کے سب سے زیادہ مطیع وتابعدار تھے، لیکن آپ خوف وہراس کے وقت کسی کو بھی یہ حکم نہ دیتے کہ وہ یہ پکارے کہ: اے میرے آقا رسول اللہ ، وہ نہ آپ کی زندگی میں ایسا کرتے تھے اور نہ آپ کی وفات کے بعد ، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اللہ کو یاد کرنے ، اس سے دعا کرنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا کرتے تھے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: جب ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے لئے لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے : ہم کو اللہ کا فی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ (خو ش وخرم) واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

آپ مزید رقم طراز ہیں: "مردہ اور غائب -خواہ وہ نبی ہو یا کوئی اور- کو پکارنا ائمہ اسلام کے اتفاق کے مطابق قابل نکیر محرمات میں سے ہے، نہ تو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ اس کے رسول نے، نہ تو کسی صحابی نے اسے انجام دیا اور نہ بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے کسی تابعی نے، اور نہ ہی مسلمانوں کے کسی امام نے اسے درست کہا ہے، یہ دین اسلام کی ایک مشہور ومعروف تعلیم ہے، ان میں سے کسی کو بھی جب کوئی کمی یا حاجت لاحق ہوتی تو وہ کسی مردہ کو یہ نہ کہتے کہ: اے میرے فلاں آقا! میں تیرے حفظ وامان میں ہوں ، یا یہ کہ : تو میری حاجت پوری کردے، جیسا کہ ان مشرکین میں سے چند لوگ مردوں اور غائب لوگوں کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں، کسی صحابی نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد (بھی) آپ سے مدد نہیں مانگی، آپ کے علاوہ کسی اور نبی سے بھی نہیں، نہ ان کی قبروں کے پاس اور نہ ان سے دور ، وہ مشرکوں سے جنگ کرتے ہوئے بڑے سخت حالات سے گزرتے تھے، ان کی حالت سنگین ہوجاتی تھی اور وہ طرح طرح کے وہم وگمان میں مبتلا ہوجاتے تھے، اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی کسی نبی اور مخلوق سے مدد کی گوہار نہیں لگاتا تھا، بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابلے میں کبھی کسی مخلوق کی قسم بھی نہیں کھائی، نہ وہ انبیاء کی قبروں کے پاس جاکر دعا کرتے تھے اور نہ وہاں نماز پڑھا کرتے تھے"۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"قبر میں مدفون لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کا بیسیوں سال تک جب تک کہ آپ کی وفات نہ ہوگئی ، پھر آپ کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام اور بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین عظام کا یہی طریقہ وطیرہ رہا، کیا روئے زمین

کا کوئی انسان ان میں سے کسی کے تعلق سے کوئی صحیح ، یا حسن ، یا ضعیف یا منقطع روایت لا سکتا ہے کہ انہیں جب کوئی حاجت درپیش ہوتی تو وہ قبروں کا قصد کرتے، وہاں پر دعا کرتے اور ان کو چھوکر (تبرک حاصل کرتے) تھے، چہ جائے کہ وہ وہاں پر نماز ادا کریں، یا ان قبر والوں کے توسط سے اللہ کو پکاریں، یا ان سے اپنی حاجتیں طلب کریں؟ ہمیں اس تعلق سے کوئی ایک اثر یا کوئی ایک حرف ہی دکھا دیں"۔

آٹھویں دلیل: جو غیر اللہ سے دعا کرتا اور اس کی عبادت کرتا ہے وہ اس معبود کو محبت او رتعظیم میں اللہ کے برابر اور ہمسر ٹھہراتا ہے ، کیوں کہ وہ (عبادت ومحبت کے ساتھ) اسی طرح اس کا قصد وارادہ کرتا ہے جس طرح اللہ کا قصد کرتا ہے، یہ مساوات او رتشبیہ ہی شرک کی اصل حقیقت ،اس کا معنی ومفہوم اور اس کا سچا پرتو ہے، اللہ تعالی نے کافروں کے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: پھر کافر (اور چیزوں کو) اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

یعنی وہ (انہیں) اللہ کے برابر اور ہمسر قرار دیتے ہیں، اللہ تعالی نے جہنم کے اندر ان کا اپنی دنیاوی زندگی کو یادکرنے کے تعلق سے فرمایا:

ترجمہ: اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے۔جب کہ تمہیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: " عبادت ومحبت اور خوف وامید (میں ہم تمہیں اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے) ، تمہیں اللہ کی طرح پکارتے تھے، اس وقت ان کے سامنے ان کی گمراہی واضح ہوجائے گی، اور وہ یہ اقرار کریں گے کہ ان پر

اللہ کی سزا مبنی بر انصاف اور بالکل بجا ہے، کیوں کہ انہوں نے ان (باطل معبودوں کو) عبادت میں رب العالمین کا ہمسر ٹھہرایا"۔

اللہ کو مخلوق کے برابر ٹھہرانا باطل ہے، کیوں کہ اللہ کا نہ کوئی ہمسر ہے اور نہ کوئی شریک وساجھی، نہ اس کے ہم مثل ہے اور نہ کوئی اس کا نظیر، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ترجمہ: کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ۔

یعنی اس کا ہم مثل اور نظیر نہ ٹھہراؤ۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک اکبر اور شرک اصغر، شکر اکبر کو اللہ بغیر توبہ کے معاف نہیں کرتا، اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو (اس کا) شریک بنائے اور اس سے اللہ کی طرح محبت رکھے، یہ وہ شرک ہے جس میں مشرکوں کے معبود کو رب العالمین کے برابر ٹھہرایا جاتا ہے، اسی لیے وہ جہنم میں اپنے معبودوں سے کہیں گے:

ترجمہ: اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے۔جب کہ تمہیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

حالانکہ وہ خود اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی تن تنہا ہر ایک چیز کا خالق، پالنہار اور مالک ہے، ان کے معبود نہ تو کسی چیز کو پیدا کرسکتے ہیں، نہ روزی دے سکتے ہیں اور نہ زندگی اور مو ت پر قدرت رکھتے ہیں، بلکہ یہ برابری صرف محبت، تعظیم اور عبادت کی برابری ہوا کرتی تھی، جیسا کہ دنیا کے اکثر مشرکین کی صورت حال ہے، بلکہ وہ سب اللہ کو چھوڑ کر اپنے

معبودوں سے محبت رکھتے، ان کی تعظیم کرتے اور ان سے دوستی رکھتے ہیں، ان میں بہت سے -بلکہ اکثر لوگ-اللہ سے بڑھ کر اپنے معبودوں سے محبت کرتے ہیں، ان کے ذکر سے انہیں جتنا وہ خوش ہوتے ہیں وہ اس خوشی سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے جو صرف ایک اللہ کے ذکر سے ان کے چہرے پر نظر آتی ہے، ان کے پیر ومرشد معبودوں کی شان میں اگر کوئی گستاخی کرتا ہے تو رب العالمین کی شان میں کی جانے والی گستاخی سے زیادہ وہ اس پر غضبناک ہوتے ہیں، جب ان کے معبودوں کی کوئی حرمت پامال ہوتی ہے تو شیر کی مانند بپھر جاتے ہیں، جب کہ اللہ کی حرمتوں کی پامالی پر انہیں ذرا بھی غصہ نہیں آتا! بلکہ حرمت الٰہی کی پامالی کرنے والا اگر انہیں کچھ کھلادے تو وہ اس سے خوش ہوجاتے اور ان کے دل میں کوئی نفرت نہیں رہتی، ہم نے اور دوسروں لوگوں نے بھی اس کا علانیہ مشاہدہ کیا ہے ۔

آپ دیکھیں گے کہ ایسا کرنے والا اٹھتے بیٹھے ، مرض وبیماری، وحشت اور خوف ہر حال میں اپنے معبود کے ذکر کو اپنی عادت بنا لیتا ہے، اللہ کو چھوڑ کر اپنے معبود کو پکارنا اس کے دل اور زبان کے لیے ہمہ وقت کا مشغلہ بن جاتا ہے ، وہ اپنے عمل کو برا بھی نہیں جانتا ، بلکہ اس گمان میں رہتا ہے کہ وہ اللہ تک اس کی حاجت پہنچانے کا دروازہ، اس کے پاس اس کا سفارشی اور وسیلہ ہے ، **عین یہی صورت حال بتوں کی پوجا کرنے والے کی بھی تھی۔**

یہی وہ چیز ہے جو ان کے دلوں میں قائم تھی، اور تمام مشرکوں نے اسے ایک دوسرے سے حاصل کیا، گرچہ ان کے معبود الگ الگ ہی کیوں نہ ہوں، ان مشرکوں کے معبود پتھر کے تھے، جب کہ

ان کے علاوہ جو مشرکین ہیں، ان کے معبود انسانی شکل میں ہیں، اللہ تعالی ان مشرکوں کے اسلاف اور پروجوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں۔ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں ان کا فیصلہ کردے گا۔

پھر اللہ نے ان کے کافر اور جھوٹے ہونے کی گواہی دی اور یہ بتلایا کہ اللہ انہیں ہدایت نہیں دے گا:

ترجمہ: اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے، ہدایت نہیں دیتا۔

اس شخص کا یہی حال ہوتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو دوست بنائے اور اس گمان میں رہے کہ وہ اسے اللہ کے قریب کردے گا، کتنے کم ہیں ایسے لوگ جو اس سے بچ پاتے ہیں، بلکہ کتنے نایاب ہیں وہ لوگ جو اپنے معترض اور ناقد سے دشمنی نہیں کرتے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید رقم طراز ہیں:

مشرک انسان مخلوق کو الوہیت کے خصائص میں خالق کا ہم مثل ٹھہراتا ہے، کیوں کہ یہ الوہیت کے خصائص میں سے ہے کہ (اللہ) نفع ونقصان اور نوازش ومحرومی کا تن تنہا مالک ہے ، جو اس بات کو لازم ہے کہ صرف اسی سے دعا کی جائے، اسی سے خوف وامید اور توکل وبھروسہ وابستہ رکھے جائیں، چناں چہ جو شخص اسے کسی مخلوق سے وابستہ رکھے وہ اس کو خالق کا ہم مثل ٹھہراتا ہے، وہ ایسے شخص کو جو اپنے لیے بھی کسی طرح کے نفع ونقصان، موت وحیات اور دوبارہ اٹھائے جانے کی ملکیت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ کسی اور کے لیے ان چیزوں کی ملکیت رکھے، اس (اللہ کا) ہم مثل ٹھہراتا ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے، تمام تر معاملات کا لگام اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی

کی طرف ہر چیز لوٹ کر جانے والی ہے، جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، جو وہ عطا کرے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا، اور جس چیز سے وہ محروم کر دے، وہ کوئی نہیں دے سکتا، بلکہ جب وہ اپنے بندہ کے لیے رحمت کا دروازہ کھولتا ہے تو اسے کوئی بھی نہیں بند کر سکتا، اور اگر اس سے اپنی رحمت روک لے تو کوئی اسے وہ رحمت نہیں دے سکتا، یہ ایک نہایت بے تکی اور بے معنی مماثلت ہے کہ اپنی ذات میں عاجز ونادار اور فقیر (وحقیر) انسان کو مطلق قدرت وبے نیازی رکھنے والے (اللہ) کا ہم مثل ٹھہرایا جائے۔

الوہیت کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ (اللہ) ہر جہت سے کمالِ مطلق کا حامل ہے، جس میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام تر عبادتیں صرف اسی کے لیے انجام دی جائیں، تعظیم وتکریم، خوف وخشیت، دعاء ومناجات، امید ورجاء ، توبہ وانابت، توکل اور مدد طلبی (سب اسی کے لیے خاص رکھے جائیں)، (اس کے سامنے) غایت درجہ انکساری کے ساتھ حد درجہ کی محبت کی جائے، عقل، شریعت اور فطرت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ تمام اعمال صرف اسی کے لیے انجام دئے جائیں، اور عقل، شریعت اور فطرت اس بات سے روکتی ہیں کہ انہیں کسی اور کے لیے انجام دیا جائے، چناں چہ جس شخص نے ان میں سے کوئی عمل غیر اللہ کے لیے انجام دیا اس نے اس کو ایسی ذات سے تشبیہ دی جس کا نہ کوئی ہم مثل ہے، نہ نظیر ہے اور نہ شریک ہے، یہ قبیح ترین اور سب سے باطل تشبیہ ہے، چوں کہ نہایت ہی ناروا تشبیہ ہے اور اس کے اندر حد درجہ کا ظلم پایا جاتا ہے، اس لیے اللہ پاک نے اپنے بندوں کو یہ خبر دی ہے کہ وہ اس گناہ کو معاف نہیں کرتا ہے، حالانکہ اس نے اپنے اوپر رحمت کو واجب ٹھہرایا ہے۔

الوہیت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ عبودیت وبندگی دو ایسے ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے کہ جن کے بغیر اس کا وجود باقی نہیں رہ سکتا، حد درجہ انکساری کے ساتھ غایت درجہ کی محبت، یہی کمالِ

عبودیت وبندگی ہے، عبودیت میں بندوں کے مراتب انہی دو اصولوں کی بنیاد پر مختلف اور الگ الگ ہوتے ہیں، چناں چہ جو اپنی محبت، انکساری اور خشوع وخضوع کو غیر اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ اس کو اللہ کے خالص حق میں اس کا ہم مثل ٹھہراتا ہے، یہ ناممکن امر ہے کہ کوئی بھی شریعت اس کی اجازت دے، اس کی شناعت ہر (انسان کی) فطرت اور عقل میں جاگزیں ہے، لیکن شیطان نے اکثر وبیشتر مخلوقات کی فطرت اور عقل کو تبدیل کر دیا، ان میں بگاڑ پیدا کر دیا اور انہیں راہ حق سے منحرف کر دیا، پھر وہ لوگ اپنی پہلی فطرت کی طرف لوٹ گئے جن کے لیے اللہ نے جنت لکھ رکھی ہے، چناں چہ اللہ نے ان کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں ان کی فطرت اور عقل کے مطابق تعلیمات تھیں، اس سے ان کے نور میں اور اضافہ ہو گیا: (اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے)۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو (یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ) الوہیت کے خصائص میں سے سجدہ بھی ہے، چناں چہ جس نے غیر اللہ کے لیے سجدہ کیا اس نے مخلوق کو اللہ کا ہم مثل ٹھہرایا۔

الوہیت کی ایک خصوصیت توکل اور بھروسہ ہے، جو شخص غیر اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اسے اللہ کا نظیر ٹھہراتا ہے۔

اسی طرح توبہ بھی الوہیت کی ایک خصوصیت ہے، جو شخص غیر اللہ سے توبہ وانابت کرتا ہے وہ اسے اللہ کا ہم مثل ٹھہراتا ہے۔

نیز تعظیم اور تکریم کے ساتھ اللہ کی قسم اٹھانا بھی الوہیت کے خصائص میں سے ہے، چناں چہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے اس کو اللہ کے مشابہ ٹھہرایا، یہ رہی تشبیہ کی بات[92]۔

---

[92] (الداء والدواء لابن القیم: ۲۰۸-۲۱۱)۔

شیخ شریف محمد بن ناصر الحازمی[93] رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "ہر عالم اس بات سے آگاہ ہے کہ کفار جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ ان کی تعظیم اور اس عقیدہ کی بنیاد پر کرتے تھے کہ وہ نفع ونقصان کے مالک ہیں، (اس لیے) ضرورت کے وقت ان سے مدد مانگتے اور بعض حالتوں میں اپنے مال ودولت کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرتے تھے، یہی وہ اعمال ہیں جو قبر پرستوں سے بھی سرزد ہو رہے ہیں، وہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں کہ جو صرف اللہ پاک وبرتر کے لیے ہی درست ہے، بلکہ ایسی بدعقیدگی رکھنے والا عاصی ونافرمان جب (اس قبر) کے سامنے یا اس کے قریب ہوتا ہے جس کے تعلق سے وہ (نفع ونقصان کا) عقیدہ رکھتا ہے، تو اس ڈر سے گناہ کو ترک کر دیتا ہے کہ کہیں وہ مردہ اسے فوری عذاب میں نہ مبتلا کر دے، جب کہ بسا اوقات وہی شخص اگر حرم الہی کے اندر یا کسی مسجد یا اس کے قریب ہوتا ہے تو اس گناہ سے باز نہیں رہتا"[94]۔

شیخ عبد اللہ ابا بطین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جس نے زندہ اور مردہ کے درمیان برابری کی اور کہا: (مردہ سے بھی وہ چیز طلب کی جاسکتی ہے جو زندہ سے طلب کی جاتی ہے) تو اس نے ایسی چیزوں کو برابر ٹھہرایا جن کے درمیان اللہ نے اور لوگوں نے تفریق کی ہے، اگر کوئی مجنوں شخص بھی کسی کے گھر پر جائے تاکہ اسے کھانا کھلائے، اور جب پہنچے تو دیکھے کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے اہل خانہ اس کے ارد گرد جمع ہیں، تو وہ مردہ کے بجائے اس کے پاس موجود زندہ لوگوں سے اپنی ضرورت طلب کرے گا"[95]۔

---

93 آپ کی سوانح کے لیے رجوع کیجئے: "عقود الدرر فی تراجم علماء القرن الثالث عشر": ۲/۲۲۳۔۷' از: حسن بن احمد عاکش ضمدی، تحقیق: ڈاکٹر اسماعیل بن محمد البشری' ناشر: مکتبۃ جامعۃ الشرقۃ۔

94 (ایقاظ الوسنان علی بیان الخلل فی صلح الأخوان: ۳۷' ناشر: دار الشریف- ریاض)۔

95 (تاسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس: ۸۲)۔

آپ مزید رقم طراز ہیں: "زندوں اور مردوں کے مابین برابری کرنے والے اس شخص سے یہ کہا جائے گا: یہ معلوم سی بات ہے کہ دنیا والے ایک دوسرے سے اپنی ضرورتیں طلب کرتے ہیں، خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر، مسلم ہوں یا کافر، نبی ﷺ نے بھی صفوان بن امیہ سے زرہیں مستعار لی تھیں، جب کہ وہ (اس وقت) مشرک تھے، بعض جنگوں میں آپ نے چند مشرکوں سے بھی مدد لی، مسلمان اب بھی اپنی ضرورتیں مسلمان، ذمی، نیک و پارسا اور فاسق و فاجر سب سے پوری کرتے ہیں، اس بنا پر زندوں اور مردوں کے درمیان برابری کرنے والے شخص پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ مذکورہ اقسام کے مردوں کے درمیان برابری کریں جس طرح وہ دنیا میں (ضرورتیں پوری کرنے میں) باہم یکساں تھے"[96]۔

آپ مزید لکھتے ہیں: "زندہ و مردہ کے درمیان برابری کرنے والے سے یہ بھی کہا جائے گا کہ: اگر کوئی انسان کسی دوسرے کو مال دے اور کہے کہ: کسی معتمد شخص کے پاس اسے بطور امانت رکھ دو، چناں چہ وہ وکیل جائے اور شیخ عبد القادر جیسے کسی نیک انسان کی قبر کے پاس اسے رکھ آئے اور کہے کہ: یہ آپ کے پاس فلاں شخص کی امانت ہے اور ان اسے محفوظ رکھنے کی گزارش کرے لیکن وہ ضائع ہو جائے، تو لوگ ایسے شخص کو ایسا مجنوں قرار دیں گے جس سے ذمہ داری دور نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس پر اس کا تاوان تھونپیں گے، (ایسی صورت میں) زندہ و مردہ کے درمیان برابری کرنے والے پر یہ کہنا لازم آئے گا کہ: وہ اپنے کام میں حق پر ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ، ہو سکتا ہے لوگوں کے سامنے رسوائی کے ڈر سے وہ ایسا نہ کہے، ایسی حالت میں وکیل جسے امانت رکھنے کی ذمہ داری دی گئی تھی وہ کہہ سکتا ہے کہ: میں نے آپ کے اس مذہب کے مطابق کوئی کوتاہی نہیں کی

[96] (تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس: ۸۸)۔

کہ زندہ ومردہ کے درمیان برابری پائی جاتی ہے، کیوں کہ آپ کہتے ہیں کہ: جو چیز زندہ سے طلب کی جاسکتی ہے، وہ چیز مردہ سے بھی طلب کی جاسکتی ہے، اور میں نے شیخ عبد القادر سے اس امانت کی حفاظت کرنے کا مطالبہ کیا جو کہ ان سے وابستہ میری ایک ضرورت ہے، اور آپ مردوں سے حاجت طلب کرنے کو جائز ٹھہراتے ہیں، تو آخر مجھے غلط کیوں کہہ رہے ہیں؟[97]"۔

[97](تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داوبن جرجیس: ۸۴-۸۵)۔

نویں دلیل: اللہ عزو جل ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں ریا کی آمیزش ہو، کیوں کہ اللہ تعالی اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو، اسی لیے دعا جیسی عبادت میں بھی شرک کی آمیزش قابل رد ہے، کیوں کہ ان دونوں کا دروازہ ایک ہی ہے، جو کہ مخلوق کا تقرب حاصل کرنا ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں بہ نسبت اور شریکوں کے سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو ملایا اور ساجھی کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھی کے کام کو چھوڑ دیتا ہوں"[98]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا کہ: "ریاو نمود شرک اصغر ہے، جو ان تمام اعمال کو ضائع و برباد کر دیتا جن میں اس کی آمیزش ہوتی ہے، اس کی تائید محمود بن لبید سے مروی حدیث سے ہوتی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے تعلق سے مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا ڈر ہے وہ شرک اصغر ہے، صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ: اے اللہ کے رسول شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ریا ہے، جب تمام لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے دیا جائے، اس وقت اللہ رب العالمین ریا کرنے والوں سے کہے گا: دنیا میں جسے تم دکھاتے تھے ان کے پاس جا کر دیکھو، کیا تم ان کے پاس کوئی بدلا پا رہے ہو"[99]۔

جب ریا ایک ایسا شرک ہے جو عمل کو رائگاں کر دیتا ہے تو اس دعا کا حکم کیا ہو گا جو خاص غیر اللہ سے ہی کی جائے؟ بلاریب اس میں زیادہ خطرناکی اور ضرر ہے۔

---

[98] امام احمد نے (مسند) میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس کے محققین نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن کے درجے تک پہنچتی ہے۔

[99] سابق مرجع

جب نمائش کرنے والے سے قیامت کے دن یہ کہا جائے گا کہ :(تم اپنے عمل کا بدلا ان سے مانگو جن کی خاطر تم نے عمل انجام دیا) تو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان سے بھی قیامت کے دن یہی کہا جائے گا، بلکہ (جن کو وہ پکارتے تھے) وہ ان سے اپنی برائت کا اظہار کر دیں گے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ شرک کی تمام چھوٹی بڑی قسموں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

دسویں دلیل: اللہ نے یہ وضاحت کے ساتھ کہاہے کہ صرف اللہ ہی دعا قبول کرتا ہے، اس لیے اس بات پر ایمان لانا واجب ہے، ساتھ ہی جو دعا قبول نہیں کر سکتا اس سے دعا کرنے سے باز رہنا بھی واجب ہے، بصورت دیگر وہ ان آیتوں کو ٹھکرانے اور ان کا انکار کرنے والا شمار ہو گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ترجمہ: بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے۔

نیز اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: آپ کہیئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے اگر تم سچے ہو، بلکہ خاص اسی کو پکاروگے، پھر جس کے لئے تم پکاروگے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو شریک ٹھہراتے ہو ان کو بھول بھال جاؤگے۔

مزید اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اسی کو پکارنا حق ہے، جو لوگ اوروں کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان (کی پکار) کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے، مگر جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے حالانکہ وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں۔ ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب قبر دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے، تو وہ بڑی خطرناکی کے شکار ہیں، جو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرنا ہے، کیوں کہ اس نے قرآن کی اس خبر کی تصدیق نہیں کی جو یہ کہتی ہے کہ صرف اللہ ہی دعا قبول کرتا ہے۔

ترجمہ: یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں، وہ باطل ہے۔

نیز سورۃ لقمان میں فرمایا:

ترجمہ: یہ سب (انتظامات) اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں۔

جہاں تک اللہ کو پکارنے کی بات ہے تو باری تعالی نے اسے برحق قرار دیا ہے: جیسا کہ فرمایا:

ترجمہ: اسی کو پکارنا حق ہے۔

بارہویں دلیل: اللہ پاک نے اس شخص کو سب سے بڑا گمراہ قرار دیا ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کو پکارے، ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ[100] اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"آیت میں اس بات کا انکار موجود ہے کہ مشرکین سے بڑھ کر بھی کوئی (گمراہ) ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ سننے والے، دیکھنے والے، دعائیں قبول کرنے والے، قدرت

---

[100] آپ عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی ' ابو الخیر 'ناصر الدین ' بیضاوی ہیں 'آپ شافعی مسلک کے ایک امام ' علامہ ' فقہ ' تفسیر اور عربی زبان کے ماہر ' تیز نظر ' نیک ' عبادت گزار ' اور زاہد انسان تھے۔ دیکھیں: طبقات المفسرین ' از: داودی ' ص: ۱۷۳ ' ناشر: دار الکتب العلمیۃ- بیروت

رکھنے والے اور باخبر (اللہ پاک) کی عبادت چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے جو اس کی سنتا ہی نہیں، چہ جائے کہ اسے ان کے بھید کا علم ہو اور ان کی مصلحتوں کا خیال (بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہیں) کیوں کہ یا تو وہ جمادات ہیں، یا پھر پابند اور اپنی ذات میں مصروف بندے "[101]۔

تیرہویں دلیل: دعائے الہی کو ترک کرنا غضب الہی کا سبب ہے، اگر چہ وہ غیر اللہ کو نہ پکارے، تو ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے جو پکارتا ہی غیر اللہ کو ہو؟!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ اللہ تعالی سے نہ مانگے، اللہ پاک کو اس پر غصہ آتا ہے "[102]۔

چودہویں دلیل: اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کو پکاریں، جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ ارشاد فرمایا اور میں نے ایک اور بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اس کا شریک ٹھہراتا رہا تو وہ جہنم میں جاتا ہے اور میں نے یوں کہا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں جاتا ہے "[103]۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی، دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور ایک زبان ہو گی

---

[101] أنوار التنزیل وأسرار التأویل، سورۃ الأحقاف: ۵، قدرے تصرف اور اختصار کے ساتھ۔

[102] اسے ترمذی (۳۳۷۳) نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے "الأوسط" میں (۲۴۵۲) روایت کیا ہے، اسے البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

[103] اسے بخاری نے روایت کیا ہے (۴۴۹۷) اسی طرح امام احمد نے: (۱/ ۳۷۴) روایت کیا ہے۔

جو بولے گی، وہ کہے گی: مجھے تین لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر سرکش ظالم پر، ہر اس آدمی پر جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتا ہو اور مجسمہ بنانے والوں پر"[104]۔

شیخ عبد الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کفر وارتداد کی کسی ایسی قسم کا علم نہیں جس کے متعلق اس قسم کے نصوص وارد ہوں جو غیر اللہ کو پکارنے سے متعلق وارد ہیں، مثلا اس سے روکا گیا ، ایسا کرنے پر ڈانٹ پھٹکار لگائی گئی، ایسا کرنے والے کو کافر گردانا گیا، اور اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنمی ہونے کی وعید سنائی گئی۔ مسئلہ ہذا پر مستقل کتابیں تصنیف کی گئیں، بہت سے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا اور فرمایا کہ یہ ضروریات اسلام میں سے ایک ہے[105]۔

میرا ماننا ہے کہ اس مسئلے میں شاعر کا یہ قول بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے:

لا تسألن بني آدم حاجة وسل الذي أبوابه لا تحجب

الله يغضب إن تركت سؤاله وبني آدم حين يسأل يغضب

ترجمہ: کسی انسان سے حاجت طلبی نہ کرو، بلکہ اس سے مانگو جس کا دربار بند نہیں ہوتا۔

اللہ کو غصہ تب آتا ہے جب تم اس سے مانگنا چھوڑ دو جب کہ انسان مانگے جانے پر ناراض ہو جاتا ہے۔

پندرہویں دلیل: جو لوگ انبیاء اور نیک لوگوں کو پکارتے ہیں ، وہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالی ہی ہے جو خالق وپروردگار ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، چناں چہ یہ اس

---

104 ترمذی: (۲۵۷۴) ۔البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

105 السیف المسلول علی عابد الرسول: ۲۴ مع اختصار۔

امر کو مستلزم ہے کہ جس طرح سے انہوں نے اللہ تعالی کو اپنا پروردگار مانا، اسی طرح عبادت صرف اسی کی کرے، اور دعا تو ایک عظیم ترین عبادت ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا:

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے، جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

چناں چہ جس طرح ربوبیت میں اللہ کا کوئی شریک نہیں، اسی طرح الوہیت میں بھی وہ تنہا ہے، سب سے بڑا حقدار ہے، اس میں بھی کوئی اس کا ساجھی نہیں، کیوں کہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت کی متقاضی اور اس پر دال ہے۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ: "اللہ تعالی نے بہت سارے مقامات پر توحید الوہیت کو توحید ربوبیت کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے کیوں کہ یہ اس پر دال ہے، اور عبادت کے معاملے میں مشرکین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے"[106]۔

سولہویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا نتیجہ کے اعتبار سے بھی حرام ہے، اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ جن کو پکارا جاتا ہے انہیں رب سمجھا جاتا ہے، خواہ وہ مستقل بالذات ہوں یا پھر اللہ تعالی کے شریک ٹھرائے جائیں، امام شوکانی اپنی کتاب "الدر النضید فی إخلاص کلمة التوحید" میں رقم طراز ہیں: اہل قبور اور بعض باحیات مشہور نیک لوگوں کے بارے میں بہت ساری عوام اور

[106] تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، سورۃ الصافات کی ابتدائی تفسیر۔

بعض خواص کا یہ عقیدہ سراپا ابتلاء وآزمائش ہے کہ وہ لوگ ان اعمال پر قادر ہیں جن پر صرف اللہ کو قدرت حاصل ہے اور وہ ایسے ایسے امور انجام دیتے ہیں جو صرف ذات باری تعالی سے ممکن ہے، یہاں تک کہ ان کے دل کی آواز زبان کی آواز بن گئی، پھر انہیں کبھی اللہ کے ساتھ پکارنے لگے تو کبھی اللہ کو چھوڑ کر صرف انہیں ہی پکارتے، وہ ان کے ناموں کا زور زور سے ورد کرنے لگے اور یوں ان کی تعظیم بجالانے لگے جیسی تعظیم نفع ونقصان کے مالک کی ہو سکتی ہے، نماز اور دعا کی حالت میں اپنے رب کے سامنے جس قدر خشوع وخضوع اختیار کرتے، اس سے کہیں زیادہ خشوع وخضوع ان (اہل قبور اور زندہ نیک لوگوں) کے لیے اختیار کرنے لگے۔ اگر یہ شرک نہیں تو ہمیں نہیں معلوم[107] کہ شرک کیا ہے اور اگر یہ کفر نہیں تو پھر دنیا میں کوئی عمل کفریہ نہیں ہو سکتا" ۔امام شوکانی کی عبارت قدرے اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔

شیخ احمد بن یحیی نجمی[108] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس امت کے مشرکین کا شرک مشرکین عرب کے عقیدہ شفاعت ووساطت سے آگے بڑھ کر بادشاہت، تدبیرِ جہاں اور زندہ کرنے اور مارنے تک جا پہنچتا ہے۔ اس امت کے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ سیاست کون ومکاں کی ساری ذمہ داری چار اقطاب اٹھارہے ہیں۔

---

107 مطبوع نسخہ میں "تدری" کا لفظ مکتوب ہے، یعنی: تو تمہیں نہیں معلوم۔ مگر مجھے یہ تصحیف (کتابت کی غلطی) معلوم ہوتی ہے۔

108 آپ احمد بن یحی بن محمد بن بشیر نجمی ہیں۔ سعودی عرب کے جنوب میں واقع نجامیہ کے باشندہ ہیں، ولادت ۱۳۴۶ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ میں: شیخ عبداللہ بن محمد قرعاوی، شیخ حافظ بن احمد حکمی اور مفتی مملکہ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک فقیہ اور محدث تھے، ان کی کئی تالیفات ہیں، جن میں سے بعض اہم یہ ہیں: أوضح الإشارة فی الرد علی من أجاز الممنوع من الزيارة، تنزيه الشريعة عن إباحة الأغاني الخليعة، رسالة فی حكم الجهر بالبسملة، المورد العذب الزلال فيما انتقد على بعض المناهج الدعوية من العقائد والأعمال۔ آپ کی وفات سنہ ۱۴۲۹ھ میں ہوئی۔

توحید باری تعالی کے تیئں خرافاتی مسلمانوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ توحید پر مشتمل نصوص کو دیکھتے ہوئے بھی اپنے اس دعوی سے باز نہ آئے کہ انبیاء وصالحین حتی کے مردے انہیں نفع اور نقصان پہنچانے کا پورا پورا حق تصرف رکھتے ہیں، جو کہ اللہ تعالی انہیں اپنے نظام کون ومکاں کے مطابق عطا کیا ہوتا ہے، بلکہ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سارے عالم میں تصرف کرتے ہیں جیسا کہ اقطاب اربعہ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے۔ عصر حاضر کے بعض کبار علمائے ازہر اس مسئلہ کو ازہر کے سرکاری مجلہ "نور الإسلام" میں لکھتے ہیں، جس میں وہ اللہ کے علاوہ مردوں کو پکارنے اور ہر وہ امر جن میں عام لوگ بے بس ہوں، مثلا فائدہ پہنچانے اور مصیبت کو ٹالنے میں ان سے مدد طلب کرنے کے جواز کا فتوی صادر کرتے ہیں۔ کئی علماء نے کتابیں لکھیں یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا صحیح ہے اور یہ نیک مردے بذات خود نفع اور نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں، اسی طرح یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور پکارنے والوں کی ضروریات پوری کرتے اور ان کی مدد بھی کرتے ہیں[109]۔

باطل معبودوں کے رب ہونے کا دعوی قدیم مشرکوں نے بھی کیا تھا، جیسا کہ قوم عاد نے ہود علیہ السلام سے کہا تھا:

ترجمہ: بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آگیا ہے۔

یعنی تم ہمارے معبود کے کسی برے تیر کا شکار ہو گئے ہو۔ گویا وہ تاثیر کونی اور تدبیر امور کی نسبت ان معبودوں کی جانب کیا کرتے تھے۔

---

[109] أوضح الإشارة فی الرد علی من أجاز الممنوع من الزیارة: ۳۴۲-۳۴۵، قدرے اختصار اور تصرف کے ساتھ، ناشر: مکتبۃ الغرباء الأثریة- مدینہ

ہمارے اس زمانے کا حال یہ ہے کہ بعض قبر پرست یہ مانتے ہیں کہ اگر کسی شہر یا گاؤں میں کوئی قبر موجود ہو تو انہیں اس کی برکت سے روزی ملتی ہے، ان کی مدد کی جاتی ہے اور دشمنوں (کا خدشہ) اور مصیبتوں کے کالے بادل چھٹ جاتے ہیں۔اور یہ کہ سیدہ نفیسہ مصر اور قاہرہ کی محافظ ہیں[110]۔اسی طرح دسوقی اور بدوی بھی محافظین ہیں، اور شیخ عبد القادر بغداد کے قطب اور محافظ ہیں اور فلاں شام اور حجاز کے محافظ [اور فلاں پیر و مرشد پورے برصغیر پاک وہند کے محافظ] ہیں، انہوں نے ہر شہر کے محافظ کی تعیین کر رکھی ہے[111]۔زاہد کوثری[112] کا بیان ہے کہ سرزمین شام کو مصیبتوں اور آزمائشوں سے چار اولیاء محفوظ کیے ہوئے ہیں جو اپنی اپنی قبروں سے ہی کام کر رہے

---

[110] ابن منظور لسان العرب میں فرماتے ہیں کہ: خضیر القوم لوگوں کے محافظ کو کہا جاتا ہے 'لوگ جب تک ان کے شہر میں پناہ گزیں ہوتے ہیں ' وہ ان کی دیکھ ریکھ میں ہوتے ہیں۔

[111] منقول از: حوار مع الصوفیۃ: ۵۶' از: ابو بکر عراقی' نیز دیکھیں: دمعۃ علی التوحید: ۷۸' ناشر: المنتدی الاسلامی- لندن

[112] آپ محمد زاہد بن حسن حلمی ہیں 'کوثری کے نام سے مشہور ہیں' ولادت: ۱۲۹۶ ھ میں ہوئی' ایک مشہور جہمی قبر پرست ہیں' عقیدے کے باب میں ائمہ اہل سنت پر اعتراضات ' بلکہ انہیں سب وشتم کرنے میں اپنی پہچان رکھتے ہیں' جیسا کہ امام ابن خزیمہ' سفیان ثوری' اوزاعی' ابن بطہ ' عثمان دارمی ' ابن المدینی' دار قطنی' عبد اللہ بن امام احمد او رنعیم بن حماد کے ساتھ ان کا رویہ اس کا ثبوت ہے' جہاں تک امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کی بات ہے تو اس نے ان کے بارے میں لعن طعن پر مشتمل اقوال نقل کیے ' پھر یا تو خاموشی اختیار کی یا پھر ائمہ بدعت وضلالت مثلا جہم بن صفوان وغیرہ کی حمایت کر بیٹھے۔زاہد کوثری ایک تعصب پسند حنفی ماتریدی تھے' مردوں سے مدد طلب کرنے اور ان سے لو لگانے کی دعوت دیتے تھے' بہت سارے علماء نے اس کے باطل عقائد کی رد میں کتابیں لکھی ہیں' ان کے باطل عقیدے کے سلسلے میں پروفیسر علی فہید نے "زاہد الکوثری وآراءہ الاعتقادیۃ: عرض ونقد" کے نام سے ایک مقالہ لکھا' ڈاکٹر محمد الخمیس نے ایک کتاب لکھی: "بیان مخالفۃ الکوثری لاعتقاد السلف"' مقالات کوثری پر شیخ محمد بن مانع رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ساری تعلیقات چڑھائی ہیں' کوثری کی گمراہی کی تقلید ان کے شاگرد عبد الفتاح ابو غدہ نے کی ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو اندھی تقلید اور مذموم تعصب سے بچائے۔

ہیں[113]۔ان کے پاس فضائی دفاع کے وسائل موجود ہیں، چناں چہ (وہ کہتے ہیں کہ:) مصر کے فیوم شہر میں موجود علی روبی کے مزار نے دوسری عالمی جنگ کے دوران شہر کو تباہی وبربادی سے بچایا تھا،اسی کی برکت تھی جس نے ایٹم بموں کارخ بحر یوسف کی جانب موڑ دیا تھا[114]۔

جب صورت حال امداد کی متقاضی ہوتی ہے اور مضبوط مد مقابل کے خلاف لڑنے کے لیے خاص طاقتوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو قبر پرست حضرات، اصحاب مزارات سے بھی مدد طلب کیا کرتے ہیں، چناں چہ جب تاتاریوں نے ملک شام پر حملہ کیا تھا تو قبوری حضرات گھروں سے نکل رہے تھے اور قبروں کے پاس جا جاکر ان سے مدد طلب کر رہے تھے، یہی وجہ ہے کہ کسی قبر پرست شاعر نے کہا:

يا خائفين من التتر   لوذوا بقبر أبي عمر

ترجمہ: اے تاتاریوں سے خوف زدہ لوگو! ابو عمر کی قبر کی پناہ لو۔

یا یہ کہا:

عوذوا بقبر أبي عمر   ينجيكم من الضرر

ترجمہ: ابو عمر کی قبر کی پناہ لو-وہ تمہیں نقصان سے بچالیں گے[115]۔

سید رشید[116] رضا فرماتے ہیں کہ مراکش والوں کی یہ عام عادت تھی کہ جب کبھی ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی یا ان پر پردیسیوں کا حملہ ہوتا تو وہ "فاس" (مراکش کی راجدھانی) میں موجود

---

[113] دیکھئے: جهود علماء الحنفية لإبطال عقائد القبورية: ۴۶۱

[114] معالم مصر المحروسة: ۵۳، منقول از: دمعة على التوحيد: ۷۹

[115] ابن تیمیہ نے اسے "الرد على البكرى" : ۶۳۱ میں بیان فرمایا ہے۔

[116] آپ شیخ محمد رشید بن علی رضا قلمونی ہیں، ۱۲۸۲ھ کو ولادت ہوئی، حدیث، ادب، اور تفسیر کے بڑے عالم تھے، قبر پرستی اور خرافات کے خلاف جنگ میں ان کے قابل قدر کارنامے ہیں، مصر سے شائع ہونے والے مجہ

شیخ ادریس کے مزار پر اکھٹے ہو جاتے، وہاں وہ گڑ گڑا کر مانگتے کہ وہ ان کی پریشانی دور کر دے، حالانکہ انہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ قوم کی تعلیم و تربیت اور دشمنوں کے مقابلہ کے لیے فوج کی تیاری پر دھیان دیا جائے[117]۔

حد تو یہ ہے کہ قبر پرست حضرات ہر مزار کے لیے الگ الگ اور خاص خاص کاموں کی تعیین فرماتے تھے، تاہم شفاعت کی طلب میں (سب) مشترک ہوتے، مگر بعض اولیاء عورتوں کی خواہشات کی تکمیل کے لیے مشہور تھے، مثلا بڑی عمر کی کنواری عورتوں کی شادی اور بانجھ عورتوں[118] کو بچے دینا ان کا کام ہوتا، جب کہ کوئی بیمار بچوں کو شفا تو کوئی پٹھوں اور جوڑوں کی پریشانیوں سے نجات دلانے کے لیے جانا جاتا تھا[119]۔

شیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جہاں تک سرزمین مصر اور اس کے اطراف واکناف کی بات ہے تو یہاں ایسے ایسے شرکیہ امور، کفریہ اعمال اور فرعونی دعوے موجود ہیں جن کا کتاب وخطاب میں دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا، بالخصوص احمد بدوی اور ان جیسے دیگر پیر فقیروں کے دربار کا عالم بہت برا تھا، ان کے مریدوں نے ان کے بارے میں ایسے ایسے عقیدے گھڑے جو زمانہ جاہلیت میں بھی معبودان باطلہ کے بارے میں موجود نہ تھے، ان مریدوں

"المنار" کے سرپرست تھے، جس مجلہ کا امت مسلمہ سے ضرر رساں بدعات وخرافات کی بیخ بنی میں اہم رول ہے ۔سید رشید رضا فلاسفک مدرسہ سے متاثر ہونے کے باعث بعض ناقابل اتفاق غلطیوں اور لغزشوں کے شکار ہوگئے۔ وفات ۱۳۵۴ھ میں ہوئی، آپ کی سوانح کے لیے دیکھیں: مشاهير علماء نجد وغيرهم : ۴۸۶، از : عبد الرحمن بن عبد اللطيف بن عبد الله آل شیخ، نیز دیکھیں : الأعلام، از: زرکلی۔

[117] یہ محمد أحمد درنیقہ کا قول ہے، دیکھیں: دمعة على التوحيد: ۸۰

[118] الانحرافات العقدية : ۳۳۶، دیکھیں: ۸۴، دمعة على التوحيد

[119] منقول از: أفيون الشعوب الإسلامية: النتائج والآثار" از: خالد ابو الفتح، دیکھیں: دمعة على التوحيد: ۸۲

کی اکثریت کا ماننا ہے کہ یہ پیر فقیر شان ربوبیت اور قدرت عامہ ومشیت کے ذریعہ تدبیر جہاں کی طاقت رکھتے ہیں، واضح رہے کہ ایسا عقیدہ کسی فرعون ونمرود کے بارے میں بھی منقول نہیں ہے۔

بعض معتقدین کا کہنا ہے کہ پورے جہاں کو سات لوگ اپنی نگرانی میں رکھے ہوئے ہیں، جب کہ بعض چار کی بات کرتے ہیں تو بعض کا ماننا ہے کہ ایک قطب ہیں اور وہی سب کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، بہت سارے لوگوں کا خیال ہے کہ ایک خاص تعداد کے مابین ایک شورائی نظام ہے جو ان کی طرف منسوب ہے۔یقینا اللہ تعالی ظالموں کی ان باتوں سے حد درجہ پاک ہے۔یہ تہمت بڑی بری ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے، وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں[120]۔

شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: "حضرت موت، شحر، عدن اور ریافع میں ایسے ایسے امور رائج ہیں کہ جن کا بیان پردہ سماعت کے لئے بوجھل ہے"۔

کہنے والا تو یہ (کہہ کر) بھی مدد کی گوہار لگاتا ہے کہ: شیءللہ یا عیدروس، شیءللہ یا محیی النفوس! [121] (یعنی اے (صاحب قبر) عیدروس! تو مجھے نواز دے، اے جانوں کو زندہ کرنے والے کچھ کر دکھا)[اے عبد القادر جیلانی! میری مدد کر، اے معین الدین چشتی! میری فریاد سن لے، اے اجمیری بابا! میری دادرسی فرما]۔

میرا ماننا ہے کہ ایسا کرنے والا شخص اس سے نا آشنا ہے کہ ہر قسم کی دعا صرف اور صرف اللہ تعالی سے ہی مانگنی چاہئے، بلکہ یہ اس امر پر بھی دال ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالی کے "شافی" ہونے پر یقین نہیں ہوتا۔

---

[120] الدرر السنیۃ: 1/383

[121] الدرر السنیۃ: ١/٣٨٤

سترہویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا ایک باطل عمل ہے، اس کی ایک بہت بڑی دلیل ان معبودان باطلہ کا علم کے اعتبار سے بے بس ہونا ہے، مطلب یہ کہ مردے کو نہ تو لوگوں کی ضروریات کا علم ہوتا ہے، نہ ان کے احوال کا، اللہ پاک نے کئی مقامات پر اس کی نشاندہی فرمائی ہے:

ترجمہ: اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے، اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے سنادیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سناسکتے جو قبروں میں ہیں۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندہ رب کی مصلحت سے اس وقت تک آشنا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اسے اس کی معرفت عطا نہ کردے، اور وہ اسے اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک کہ اللہ تعالی اسے اس کی مقدر میں نہ لکھ دے، اور وہ اسے نہیں چاہتا جب تک کہ اس میں اس کا ارادہ او رمشیت شامل نہ ہو، گویا ہر چیز اللہ تعالی ہی تک جا پہنچتی ہے، اس کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے اور وہی مرجع خلائق ہے، چناں چہ کسی غیر اللہ کے تئیں دل میں امید، خوف، توکل اور احساسِ عبادت رکھنا سراپا باعثِ نقصان ہے، اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور ہاں! اس سے جو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اسے مقدر بنانے، اس کی راہ ہموار کرنے اور اس تک پہنچانے کا کام بھی اللہ تعالی ہی کرتا ہے[122]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی صراحت وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے بعد پیش آنے والے امور کا علم نہ تھا جیسا کہ حدیث حوض میں وارد ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تر درجے کے مردہ لوگوں کا کیا حال ہوسکتا ہے؟!

---

[122] إغاثة اللهفان: ٦٦-٦٧

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کے حشر کیے جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (کما بدأنا أول خلق نعیدہ وعدا علینا إنا کنا فاعلین) پھر سب سے پہلے قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے، سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے، فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والے دوزخیوں میں لے جائیں گے، میں عرض کروں گا پروردگار! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ ارشاد ہوگا: تم نہیں جانتے انہوں نے تمہاری وفات کے بعد (دین میں) کیا کیا (بدعتیں) ایجاد کیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے عیسی علیہ السلام نے کہا کہ: (میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان پر گواہ رہا، پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے)[123]۔

شیخ احمد بن یحیی نجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے اندر نبی ﷺ نے یہ واضح فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے اعمال اور احوال کا آپ کو علم نہ ہوگا۔ آپ اپنی زندگی میں لوگوں کے ظاہری اعمال سے واقف تھے، لوگ بظاہر آپ کی پیروی کر رہے ہیں یا نہیں، آپ کو اس کا علم ہوتا تھا، مگر جب آپ وفات پاگئے تو لوگوں کے احوال واعمال کا جانکار اور نگہبان صرف اور صرف اللہ تعالی ہی ہے۔

غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ رقیب اور شہید میں فرق ہے۔ آپ ﷺ کے لیے کلمہ شہید کا استعمال ہوا ہے، کلمہ شہید مشاہدہ سے ماخوذ ہے جو آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھنے پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ فرمان باری ہے:

ترجمہ: میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا۔

---

[123] اسے بخاری (۳۱۹۷) اور مسلم نے روایت کیا ہے (۵۲۳۵) ان دونوں کے علاوہ دوسرے ائمہ نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

یعنی جب تک میں بقید حیات رہا، ان پر میری نظر رہی اور ان کے احوال وسلوک مثلاً ایمان واطاعت اور کفر ونفاق کو دیکھا، جانا اور سنا، ان سب پر میں گواہ رہا۔ مگر میری موت کے بعد یہ سب کچھ مجھ سے فوت ہو گیا کیوں کہ میں ان کے درمیان رہا ہی نہیں، پھر اے رب! ان کا علم تجھے ہی رہا اور ان کے احوال وکوائف اور نیتوں کی واقفیت صرف تجھے ہی رہی کیوں کہ تو ہر چیز پر گواہ اور ہر شے کو محیط ہے اور یہ لوگ تو تیری ایک مخلوق ہیں ، جن پر تمہارا حکم چلتا ہے اور جنہیں تیری قدرت اور نگہبانی محیط ہے، تو اپنے اس علم سے جس کے دائرہ سے کچھ بھی باہر نہیں ان کے اعمال کو شمار کرتے رہا۔

کلمہ رقیب مضبوط پکڑ، کامل گرفت اور اس کامل وشامل علم سے عبارت ہے جو بڑے بڑے معاملات کے ساتھ باریک معاملات پر بھی مشتمل ہے، اسی طرح بڑے اعمال کے ساتھ ساتھ چھوٹے اعمال بھی اس کے دائرہ سے باہر نہیں ہیں[124]۔

جب نبی ﷺ کا یہ حال ہے کہ آپ کو لوگوں کے احوال کا علم نہیں، تو کسی دوسرے مردے کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ کیا ان سب کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہیں لوگوں کی خبر رہتی ہے؟! نہیں، ہر گز نہیں۔

برزخی زندگی کے باہر کیا ہو رہا ہے، مردے اس کے بارے میں نہ جانتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، اس کی ایک اور دلیل عزیر علیہ السلام-جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے-سے متعلق یہ فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: یا اس شخص کی مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالی اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالی نے اسے مار دیا سو

---

[124] أوضح الإشارة فى الرد على من أجاز الممنوع من الزيارة: ٣٦٠-٣٦١' قدرے اختصار کے ساتھ

سال کے لیے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا۔

آپ بزرگ نبی ہیں، سو سال تک موت کی حالت میں رہے، تو آپ کو اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ رہی۔ یہ بھی معلوم نہ رہا کہ آپ اپنی قبر میں کتنے دن رہے، تو بھلا یہ کہنا کیسے درست ہو گا کہ مردے پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں؟

شیخ محمد سلطان معصومی حنفی[125] رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المشاھد المعصومیۃ عند قبر خیر البریۃ" میں رقم طراز ہیں: واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرا ہوا کتا کا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے موجود تھا، مگر آپ کو اس کا علم نہیں تھا۔ اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام نے تشریف لانے میں تاخیر کی اور جب آپ تشریف لائے تو تاخیر کا سبب یہ بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے ایک کتا تھا۔ تب جا کر آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کا علم ہوا، پھر آپ نے اسے باہر نکال پھینکا[126]۔ اسی طرح حالت نماز

---

[125] آپ ابو عبد الکریم، محمد سلطان بن محمد اورون بن ملا میر سید معصومی، خجندی مکی ہیں، روس کے خجندہ بستی کے باشندہ تھے، عقید تاً سلفی تھے، طلب علم کی راہ میں متعدد لمبے لمبے اسفار کیے، یہاں تک کہ آپ نے سو مشائخ سے کسب فیض کیا، نوے سے زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے، ان کی سوانح ان ہی کی کتاب "حکم اللہ الواحد فی حکم الطالب من المیت المدد" میں بالتفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ نیز ان کی مختصر سوانح کے لیے دیکھیں ان ہی کی کتاب: "حبل الشرع المتین وعروۃ الدین المبین" کا مقدمہ۔ فن عقیدہ اور توحید میں آپ کی کتابیں موجود ہیں، جیسا کہ دو کتابوں کے نام اوپر گزرے، ایک اور کتاب ہے جس کا نام ہے: "تمییز المحظوظین عن المحرومین فی تجرید الدین وتوحید المرسلین"، آپ کی وفات ۱۳۷۹ھ میں ہوئی، اللہ ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائے۔

[126] اسے امام مسلم (۲۱۰۴) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے متعینہ وقت میں آنے کا وعدہ کیا، پھر وہ وقت آ گیا، مگر جبرئیل علیہ السلام نہ آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: اللہ تعالی اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا، نہ اس کے پیغامبر خلاف کرتے ہیں۔

میں جوتے نکالنے کا واقعہ [127] نیز سفر کی حالت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے کجاوے سے ہار گم ہونے کا واقعہ [128]، گویا آپ ﷺ کی زندگی میں اگر کوئی چیز آپ کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتی تو آپ کو اس بابت وحی الٰہی کی آمد تک کوئی علم نہیں ہوتا، تو بھلا اب جب کہ آپ عالم برزخ میں ہیں، آپ سے مخفی چیزوں کا علم آپ کو کیسے ہوگا؟ کیا ان انتہا پسندوں کو خبر نہیں کہ حوض کوثر پر

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! یہ پلاّ یہاں کب آیا؟ انہوں نے کہا: قسم اللہ تعالی کی مجھ کو خبر نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا، وہ نکالا گیا، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا تھا لیکن آپ نہیں آئے۔ انہوں نے کہا: "یہ کتا جو آپ کے گھر میں تھا اس نے مجھ کو روک رکھا تھا۔ ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس کے اندر کتا ہو یا تصویر"۔

[127] امام ابو داود نے اپنی سنن (۶۵۰) میں روایت کیا ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتوں کو اتار کر انہیں اپنے بائیں جانب رکھ لیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار لیے، جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار لیے؟ ان لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار لیے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے "قذرًا" کہا یا "أذی" کہا۔

وجہ استشہاد یہ ہے کہ جو چیز آپ ﷺ کی نظروں سے اوجھل ہوتی آپ کو اس کا علم نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے جوتے میں گندگی تھی اور آپ کو اس وقت اس کا علم نہ ہو سکا جب تک کہ جبرئیل علیہ السلام نے خبر نہ دے دی۔ اس حدیث کو امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ مقبل وداعی نے بھی "الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین" میں اسے صحیح کہا ہے (حدیث نمبر: ۳۱۳)۔

[128] کجاوے والے قصہ کو امام بخاری (ح: ۴۷۵۰) نے اور امام مسلم (۲۷۷۰) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ حدیث مختصرًا یوں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوئیں، راستے میں کہیں آپ رضی اللہ عنہا اپنا ہار تلاش کرنے نکل گئیں، اور پھر جب واپس ہوئیں تو لوگ انہیں چھوڑ کر آگے نکل گئے تھے، ان کا خیال تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے کجاوے کے اندر ہی ہوں گی، چوں کہ آپ لحیم شحیم تو تھی نہیں، اس لیے لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوا، چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا پیدل چلتی ہوئی ہی قافلے سے جا ملیں، جس وقت ان سے ملی وہ ظہر کا وقت تھا۔ وجہ استشہاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اگر غیب کا علم ہوتا تو یہ ضرور پتہ ہو جاتا کہ قافلہ کوچ کرنے کو ہے اور آپ کی رفیقہ حیات اور سب سے قریبی انسان شامل قافلہ نہیں ہیں۔

ایک جماعت آئے گی، مگر اسے دھتکار دیا جائے گا، تو آپ ﷺ فرمائیں گے کہ اے رب! یہ تو میری ہی امت کے ہیں، چناں چہ اللہ تعالی فرمائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے کیا کیا گل کھلائے تھے! گویا اللہ تعالی نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ عالم دنیا میں کیا ہو رہا ہے آپ ﷺ اس کا علم نہیں رکھتے، اب بھلا جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ آپ اپنی موت کے بعد بھی غیب کا علم رکھتے ہیں، یا مدد طلب کرنے والے کی مدد کرتے ہیں، یا یہ کہ آپ مدد کی گوہار لگانے والے کی پکار کو سنتے ہیں، تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع کی مخالفت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا شخص اللہ کی ہدایت، اس کی توفیق، اس کی رحمت اور اس کی جنت سے محروم ہے، مگر اسے اس کا احساس تک نہیں، کیوں کہ وہ حد درجہ جہالت اور غلو میں مبتلا ہے۔

تقلید نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اس قسم کی شرکیہ بدعات اور خرافات و گمراہی کے ایجاد کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ تعالی ہمیں اپنے فضل واحسان سے ان امور سے محفوظ رکھے۔ انتہی مختصرا

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ: مردے خواہ وہ جو بھی ہوں، اس دنیا سے ان کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ یہاں کیا ہو رہا اور کیا کہا جا رہا ہے، انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا، اس لیے کہ میت کی روح یا تو علیین میں ہوتی ہے اگر وہ نیک بختوں میں سے ہو، مثلا انبیا اور کامیاب مومنین، یا پھر وہ روح سجین اور سب سے نچلے طبقہ میں ہوتی ہے اگر وہ مشرکین اور ملحد کافروں میں سے ہو، وہ دار فانی سے کوچ کر چکے ہوتے ہیں، ان کا ٹھکانہ عالم برزخ میں ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم برزخ کا حال اور اس کا حکم عالم دنیا پر منطبق نہیں ہوتا۔

اور اگر یہ مان بھی لیں کہ مردے کو صورت حال کا علم ہوتا ہے، تو پھر بھی وہ کسی قسم کا جواب دینے کی حالت میں بالکل بھی نہیں ہوتے، یہ ذہن نشیں رہنا چاہئے جیسا کہ صریح آیات کریمہ اس پر دال ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مردہ انسان خواہ وہ جو بھی ہو، رحمت الٰہی کا محتاج ہوتا ہے، وہ اپنے لیے زندہ لوگوں کی دعائے رحمت و مغفرت کا بھی محتاج ہوتا ہے[129]۔ اسی طرح زندوں کے صدقات کی بھی اسے ضرورت ہوتی ہے، قبروں کی زیارت کا مقصد حصول عبرت و موعظت ہے، موت اور آخرت کی یاد زیارت کرنے والے کے پیش نظر ہوا کرتی ہے، جب کہ مردے کو دعا اور صدقہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے، زیارت قبور کی ترغیب کا یہی تو راز ہے، اگر کوئی اس حد کو پار کرتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے، یہ خلاف ورزی بالکل عیاں ہے ۔(معمولی تصرف کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یہیں ختم ہوئی)۔

شیخ حافظ الدین محمد بن شہاب، معروف بہ ابن البزاز کردی حنفی[130] رحمۃ اللہ علیہ "الفتاوی البزازیہ" میں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور انہیں ہر چیز کا علم ہوتا ہے تو وہ کافر ہے[131]۔

خلاصہ یہ کہ جو بھی کتاب و سنت کی ورق گردانی کرے گا اسے بے شمار ایسی دلیلوں کا علم ہو گا کہ نبی ﷺ اور دوسرے مردوں کو غیب کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالی جاننے اور سمجھنے کے لیے

---

[129] یہاں جمع کی ضمیر استعمال ہے ' مفرد ہونا چاہیے ' شاید کہ سبقتِ قلم ہو' بعد کی دو ضمیریں بھی ایسی ہیں۔

[130] حافظ الدین محمد بن محمد کردی ' حنفی ' ابن البزاز سے معروف ہیں' فتاوی میں آپ کی مشہور کتاب: الفتاوی البزازیۃ" ہے' ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں بھی آپ نے ایک کتاب لکھی ہے 'دیکھیں:"شذرات الذہب فی أخبار من ذہب" (۷/۳۱۴) ' ناشر: دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔

[131] دیکھیں: البحر الرائق: ۵/۱۴۳' اور مجمع الزوائد فی شرح ملتقی الأبحر (۲۰/۵۰۵)

ایک انسان کو جن اعضاء سے بھی نواز تا ہے جیسے آنکھ اور کان وغیرہ تو یہ سب کے سب مرنے کے بعد معدوم ونا پید ہو جاتے ہیں، باقی رہنے کو صرف انسان کی پیٹھ میں موجود ریڑھ کی ہڈی باقی رہ جاتی ہے، تو کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مردے کو زندوں کے احوال کا علم ہوتا ہے، جواب ہے: نہیں، بالکل بھی نہیں، اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ بلا کسی علم کے اللہ پاک پر بہتان باندھتا ہے۔

اٹھارہویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ معبودان باطلہ بحیثیت قدرت بے بس ہیں، یہ اپنے پوجنے والوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے، کیوں کہ یہ اگر زندہ ہوں تو اتنا ہی کر سکیں گے جو ایک انسان کے بس میں ہوتا ہے، اور اس کے لیے دعا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اگر یہ مر چکے ہوں تو کسی بھی چیز پر ان کا کوئی بس نہیں چلے گا۔ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی زبانی ارشاد فرمایا:

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔

جب نبی ﷺ کا یہ حال ہے تو نفع یا نقصان پہنچانے کے معاملے میں دوسرے لوگ تو بدرجہ اولی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالی کے سوا ایسی چیز کو پکاریں کہ نہ وہ نفع کو پہنچائے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم الٹے پھر جائیں اس کے بعد کہ ہم کو اللہ تعالی نے ہدایت کر دی ہے، جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے سوا انہیں پکارتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں، نہ نفع، یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے، اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی ہیں۔

یعنی وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے کو پکارتے ہیں کہ جن کی عبادت ترک کر دی جائے تو وہ نقصان نہ پہنچائیں، اور نہ ہی عبادت کرنے پر فائدہ پہنچائیں۔

اور فرمایا:

ترجمہ: آپ ان سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالی مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالی مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

اور فرمایا:

ترجمہ: کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے بچالیں، کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی ہماری طرف رفاقت دیا جاتا ہے۔

شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مطلب یہ کہ ان کے معبودان ایسے ہیں جو انہیں اس قدر عزت وحفاظت عطا کریں کہ ان تک ہمارا عذاب نہیں پہنچ سکے گا؟"

پھر یہ واضح فرمایا کہ یہ معبودان مزعومہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے تو وہ دوسرے کی کیا مدد کریں گے، فرمایا:

ترجمہ: کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتا۔

اور آگے فرمایا:

ترجمہ: اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت دیا جاتا ہے۔

یعنی ان معبودوں کے لیے کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالی پناہ عطا کرتا ہے، کسی کی پناہ لیتا نہیں، جیسا کہ سورۃ "قد أفلح المؤمنون" میں بیان فرمایا:

ترجمہ: پوچھیے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگر تم جانتے ہو تو بتلادو؟

اختصار کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا[132]۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ: کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں اور وہ خود ہی پیدا کیے گئے ہوں، اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم ان کو ہدایت کی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں۔ تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھ ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، آپ کہہ دیجئے! تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔

---

132 مزید استفادہ کے لیے شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت سے متعلق تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی تم لوگ اور اللہ پاک کے علاوہ تم جن کو بھی پکارتے ہو انہیں مجھے نقصان پہنچانے کے لیے بلا لو اور مجھے بالکل بھی مہلت مت دو، پھر بھی تم لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ یہ تمہارے بس کی بات ہی نہیں ہے، یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، وہ اکیلا ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، غور کیجیے کہ آخری آیت میں غیر اللہ سے لو لگانے والے کو کس طرح کا چیلنج دیا گیا ہے!۔

اما ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ[133] نے اس آیت کریمہ: (اس کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے) کی تفسیر میں فرمایا: یہ بت اور معبودان باطلہ جن کی عبادت تمہاری قوم کے یہ مشرکین کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، کیوں کہ انہیں نہ کسی چیز کا علم ہے اور نہ ہی کسی چیز پر ان کا بس چلتا ہے۔ چناں چہ اللہ پاک انہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے:

ترجمہ: تم سب اس کی عبادت کرو جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے، تم میں سے جو اچھا کرے گا وہ اسے اچھا اور جو برا کرے، اسے برا بدلا دے گا، اس کی عبادت مت کرو جو نہ کسی چیز پر قادر ہے، نہ اسے کسی چیز کا علم ہے۔

شیخ عبد اللہ ابابطین رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ: (جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: یہاں ان لوگوں کی مذمت بیان

---

[133] آپ عالم، مجتہد، محدث، فقیہ، مقری، مفسر، علامہ زماں، محمد بن جریر بن یزید، ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ۳۱۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی، تفصیلی سوانح کے لیے دیکھیں: السیر: ۱۴/۲۶۷، اور وفیات الأعیان: ۴/۱۹۱-۱۹۲

کی گئی ہے جو ان صفات کے حاملین کو پکارتے ہیں، خواہ وہ کوئی انسان ہو یا فرشتہ یا پھر بت، جو نہ پکارنے والے کو فائدہ پہنچا سکتے اور نہ ہی اس سے اعراض کرنے والے کو نقصان پہنچا سکتے[134]۔

امام بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ[135] اس آیت کریمہ: (کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر (اللہ) رحمن بھی مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں) کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: یعنی ان کی سفارش مجھے نفع نہ پہنچا سکے، اور نہ وہ مدد اور قوت کے ذریعہ مجھے بچا سکے "۔ (اگر میں ایسا کروں تو یقیناً میں واضح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا)۔

کیوں کہ ہم سب کے خالق اور نفع ونقصان پر قادر ذات پر کسی بھی طریقے سے ایسوں کو ترجیح دینا جو نہ نفع پہنچا سکے، نہ کوئی مصیبت ٹال سکے، اسی طرح انہیں اللہ تعالی کا شریک ٹھہرانا کھلی گمراہی ہے جو عقل مند انسان پر بالکل بھی مخفی نہیں ہے۔ انتہی

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: عابد اپنے معبود سے چاہتا ہے کہ بوقت ضرورت وہ اسے فائدہ پہنچائے۔ جب رحمن، جس نے مجھے پیدا کیا، مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان معبودان باطلہ میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ مجھے اس نقصان سے بچا سکیں، نہ ہی رب کے پاس ان کا بلند مقام و مرتبہ ہوتا ہے کہ وہ نقصان سے بچانے کے لیے میری سفارش کرے، تو پھر کس بنیاد پر وہ عبادت کے مستحق ہیں؟ بلاشبہ، اللہ پاک کے علاوہ کسی ایسے کی عبادت کروں تو میں ضرور واضح گمراہی کا شکار ہو جاؤں گا[136]۔

---

134 تفسیر ابن جریر: سورہ غافر: ۲۰

135 تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس: ۸۶

136 الصواعق المرسلة، فصل: ۲۰، ص: ۴۹۷، ناشر: دار العاصمة، ریاض

مخلوقات کی بے کسی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم -جو انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر مخلوق ہیں- بھی اپنے اوپر ہونے والے مصائب ومشاکل کو روک نہیں سکے، چناں چہ ہجرت سے قبل اور ہجرت کے بعد انہیں طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا گیا۔

انہیں غزوات وغیرہ میں بہت سارے زخم پہنچائے گئے۔ بلکہ غزوے میں ان کی ایک بڑی تعداد کو جام شہادت تک نوش کرنا پڑا، مگر وہ خود کو ان سب سے محفوظ نہ رکھ سکے،اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی خود کی حفاظت نہ کر سکے، کئی ایک انبیاء شہید کر دیے گئے، نیز ہمارے نبی محمد ﷺ جو افضل الانبیاء تھے، آپ بھی خود کو نقصان اور پریشانی سے دور نہ رکھ سکے ، چناں چہ غزوہ احد میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخم لگا اور دندان مبارک (رباعیہ) شہید ہو گئے[137]۔ اس موقع پر فاطمہ رضی اللہ عنہا خون صاف کر رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ اس پر پانی بہا رہے تھے،جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے خون اور بہتا جا رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کا تھوڑا سا ٹکڑا لیا اور جلا کر زخم پر رکھ دی، تب جا کر خون کا بہاو تھما[138]۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک ٹوٹے اور سر پر زخم لگا، چناں چہ آپ ﷺ خون صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے:"وہ قوم کیسے فلاح پا سکے گی جو اپنے نبی کو زخمی کرے، ان کے دندان مبارک توڑ دے، حالاں کہ وہ صرف انہیں اللہ کی طرف بلا رہے ہوں"تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

137 رباعیہ : ثنایا اور انیاب کے بیچ والے دانت کو کہا جاتا ہے' ان کی تعداد چار ہوتی ہے ' دو اوپر اور دو نیچے ' دیکھیں: المعجم الوسیط

138 دیکھیں: سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ' بخاری (۴۰۷۵) ' مسلم (۱۷۹۰)۔

ترجمہ: تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے۔[139]

بلکہ اسی غزوے میں آپ ﷺ کے گھٹنے میں چوٹ لگی، نچلے ہونٹ کا اندرونی حصہ زخمی ہوا، سر کا خود (حفاظتی کیپ) ٹوٹ گیا، اور ابن قمئہ کے حملہ کے باعث آپ کا مونڈھا مبارک کمزور ہو گیا[140]۔ نبی ﷺ کے اوپر مصیبتوں اور پریشانیوں کے یہ پہاڑ توڑے جا رہے تھے، مگر آپ ان سب کو روک نہیں پا رہے تھے، حالاں کہ آپ اس وقت باحیات تھے، تو پھر کسی دوسرے کی مصیبت اور پریشانی، وہ بھی قبر میں رہنے کی صورت میں بدرجہ اولی دور نہیں کر سکتے۔

اسی طرح وہ سارے مردے حضرات جو انبیاء میں سے نہیں ہیں وہ تو اور بدرجہ اولی کسی بھی چیز پر قدرت نہیں رکھ سکتے۔ ایک اور بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کر دیا گیا، لبید بن الأعصم نے جادو کیا تھا، جادو کا اثر اس قدر (گہرا) ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کوئی کام نہیں کیے ہوتے تھے، پھر بھی آپ کو لگتا کہ وہ کام کر چکے ہیں[141]۔ آپ ﷺ خود پر ہونے والے اس جادو کو بھی نہیں ٹال سکے۔

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتے تھے، کیا یہ سب جاننے کے بعد بھی آپ ﷺ یا کسی دوسرے مردے انسان سے حاجت طلبی کی جا سکتی ہے؟ بلکہ ان سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے زہر آلود بکری کا گوشت کھا لیا، جو بعد

---

139 مسلم نے روایت کیا ہے (۱۷۹۱)

140 استفادہ کے لیے رجوع کریں: الفتح: (۷/۴۲۳) 'کتاب المغازی' باب قولہ تعالی: (لیس لک من الأمر شیء) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے تحت متعدد روایات جمع کی ہیں۔

141 تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: صحیح بخاری (۳۲۶۸) ' مسلم: (۲۱۸۹) ' ابن ماجہ (۳۵۴۵) اور مسند احمد: (۶/۵۷)

میں آپ ﷺ کی وفات کا ایک سبب بنا، چناں چہ اس گوشت کو کھانے سے پہلے آپ ﷺ نے خود کو کس خطرے سے محفوظ رکھا اور گوشت کھانے کے بعد آپ خود کو کس نقصان سے بچا سکے ؟

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملایا، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کو تحفہ میں بھیجا، آپ نے بازو کا گوشت لے کر اس میں سے کچھ کھایا، آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کھایا، پھر ان سے آپ نے فرمایا: "اپنے ہاتھ روک لو" اور آپ نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا، اور اس سے سوال کیا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ یہودیہ بولی: آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا: بازو کے اسی گوشت نے مجھے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے" وہ بولی: ہاں (میں نے ملایا تھا) آپ نے پوچھا: اس سے تیرا کیا ارادہ تھا؟ وہ بولی: میں نے سوچا: اگر نبی ہوں گے تو زہر نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر نہیں ہوں گے تو ہم کو ان سے نجات مل جائے گی، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف کر دیا، کوئی سزا نہیں دی، اور آپ کے بعض صحابہ جنہوں نے بکری کا گوشت کھایا تھا، وہ انتقال بھی کر گئے "[142]۔

میرا ماننا ہے کہ یہ سب کے سب صحابہ، نبی محمد اور سارے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے سب سے بہتر اور قریبی مخلوق ہیں، یہ ان قبر والوں جیسے حسین، بدوی، ابن العربی اور تیجانی]چشتی بابا، غوث، اجمیری بابا، کچھوچھا بابا اور جیلانی] وغیرہ سے بدرجہا بہتر ہیں جن کی قبر پر بعض حضرات اپنی مرادیں لے کر پہنچتے ہیں، اور ان سے وہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کو نفع پہنچائے اور ان کی

---

[142] اسے ابوداود نے روایت کیا ہے (۴۵۰۹) امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔امام احمد نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے(۱/۳۰۵) اور مسند احمد کے محققین نے اسے صحیح کہا ہے ۔اصل واقعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری میں ہے(۵۷۷۷) ' اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ نبی ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا' اگر ہوتا تو زہر آلود بکری کا گوشت تناول نہیں فرماتے' کاش انتہا پسند صوفی حضرات یہ سمجھ پاتے کہ غیب کا علم تو صرف اور صرف اللہ پاک کے پاس ہے۔

پریشانی دور کردے۔ لیکن اس کے باوجود کہ وہ افضل ہیں، پھر بھی وہ خود کو فائدہ نہیں پہنچا سکے، اور نہ اپنے اوپر آنے والی پریشانی کو ٹال سکے، اس سے یہ واضح ہو گیا کہ ان قبر والوں کو پکارنا باطل و بے کار عمل ہے۔ اللہ تعالی کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا ہے ہی نہیں جو یہ حق رکھتا ہو کہ لوگ اس کے پاس اپنی مانگیں لے کر پہنچیں۔

اللہ عزیز وبرتر کا یہ فرمان برحق ہے:

ترجمہ: اور اگر تجھ کو اللہ تعالی کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالی کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالی کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

نبی ﷺ نے اس حقیقت -مخلوقات کی بے بسی وعاجزی کی حقیقت- کو عملی جامہ پہنا کر واضح فرمادیا تاکہ مخلوقات کے ساتھ لولگانے اور ان سے رشتہ ناطہ جوڑنے کا عقیدہ لوگوں کے دل سے جاتا رہے۔ جب اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: (اور اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرادے) تو آپ نے ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر یہ ندا لگائی: اے قریش کی جماعت! -یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ کہا- تم لوگ اپنے آپ کو (نیک کام کے بدلے) خرید لو۔ میں اللہ تعالی کے ہاں تم سب کے کوئی کام نہیں آسکتا، اے عباس بن عبد المطلب! میں اللہ کے ہاں آپ کے بھی کوئی کام نہیں آسکتا۔ اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ -رضی اللہ عنہا- میں اللہ کے سامنے تمہارے کام نہیں آسکتا، اے فاطمہ بنت محمد -رضی اللہ عنہا- تو میرے مال میں سے جو چاہے مانگ لے، اللہ کے سامنے میں تیرے کچھ کام نہیں آسکتا[143]۔ جب سید المرسلین ﷺ سارے جہاں کی عورتوں کی سردار -رضی اللہ عنہا- جو آپ کے سب سے قریب تھیں، کے کچھ کام نہیں آسکتے ، تو بھلا ان کے لیے کیا کریں

[143] اسے بخاری (۴۴۹۳) اور مسلم نے (۲۰۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

گے جن کا آپ کے ساتھ بہت دور کا رشتہ ہو، اور ان حضرات کے تئیں کیا خیال رکھا جاسکتا ہے جو مقام و مرتبہ میں آپ ﷺ سے کمتر ہوں۔

جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، دیکھا تو ان کے پاس اس وقت ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ چچا! آپ ایک کلمہ (لا إلہ إلا اللہ) (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالی کے ہاں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کے حق میں گواہی دے سکوں۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ برابر کلمہ اسلام ان پر پیش کرتے رہے۔ ابو جہل اور ابن ابی امیہ بھی اپنی بات دہراتے رہے، آخر ابو طالب کی آخری بات یہ تھی کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں، انہوں نے "لا إلہ إلا اللہ" کہنے سے انکار کر دیا[144]۔

مذکورہ دونوں احادیث میں اس اعتقاد کی سخت تردید ہے کہ نبی ﷺ کسی بھی قسم کے اخروی فائدے کے مالک ہوں گے۔ جب آپ ﷺ اپنے سب سے قریبی رشتہ دار کو فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے، حالانکہ آپ مخلوقات میں مطلقا سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بلند و بالا مقام و مرتبہ والے ہیں، تو پھر آپ ﷺ سے کم درجہ والے صالحین وغیرہ کے بارے میں یہ خیال کیوں کر رکھا جاسکتا ہے؟!

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: توحید باری تعالی کی ایک واضح دلیل تمام مخلوقات اور اللہ کے ساتھ ساتھ جن کی عبادت کی جائے، ان سب کے اوصاف کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ کیوں

[144] اسے بخاری (۴۴۹۴) اور مسلم (۲۴) نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے۔

کہ فرشتہ، انسان، درخت اور پتھر وغیرہ (معبودان باطلہ) جن کی عبادت کی جاتی ہے، وہ سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں، عاجز و بے بس ہیں، وہ ذرہ برابر کسی نفع کے مالک نہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ خود مخلوق ہیں، وہ کسی بھی قسم کے نفع و نقصان، موت، زندگی یا بعث بعد الموت سے متعلق کسی امر کے مالک نہیں۔ اللہ تعالی ہی ہر مخلوق کا خالق ہے، وہی سبھوں کو روزی دیتا ہے، تمام تر معاملات کی تدبیر کرتا ہے، نفع و نقصان اور کسی کو دینے یا نہ دینے کا اختیار صرف اسی کو ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہی مرجع خلائق ہے، ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے، اسی کا رخ کرتی ہے اور اس کی عنایت کی محتاج ہے۔ اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی جسے اللہ پاک نے کتاب وسنت کے بیشتر مقامات پر دہرایا ہے؟ یہ ایک عقلی اور فطری دلیل ہے، نیز یہ اللہ تعالی کی وحدانیت، اس کی حقانیت اور شرک کے باطل ہونے پر ایک سمعی اور نقلی دلیل بھی ہے۔

تمام تر مخلوقات میں سب سے اشرف انسان علیہ الصلاۃ والسلام کا جب یہ حال ہو کہ وہ اپنے سب سے قریبی اور عنایت و شفقت کے سب سے حقدار شخص کے کچھ بھی کام نہ آسکے تو دوسرے کے بارے میں کیا سوچا جا سکتا ہے؟ تباہ و برباد ہو وہ انسان جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، کسی بھی مخلوق کو اس کا ساجھی و ہمسر مانے، یقینا اس کے دین کے ساتھ اس کی عقل بھی جاتی رہی![145]

مخلوقات کی بے بسی کی ایک دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے

[145] القول السدید فی مقاصد التوحید: باب قول اللہ تعالی (أیشرکون مالا یخلق شیئا وھم یخلقون)

تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔(بات بھی یہی ہے کہ) تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے نبی محمد ﷺ کو یہ بتارہا ہے کہ اے محمد! آپ اپنی قوم کے ان مشرکین جو اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کرتے ہیں، سے کہہ دیجئے کہ اے وہ لوگو! جن کا گمان ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ بھی معبود ان ہیں، تم لوگ انہیں مصیبت کے وقت پکارو، پھر دیکھو کہ کیا وہ دفع مضرت پر قادر ہیں، کیا وہ ان مصائب کا رخ موڑ سکتے ہیں کہ تم انہیں معبود بنا کر پکارتے ہو؟ یقیناً وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے، وہ اس کی ملکیت بھی نہیں رکھتے، اس پر قدرت او رمالکانہ حق تو صرف تمہارے اور ان سب کے خالق کو ہی ہے[146]۔انتہی۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ اے محمد! ﷺ آپ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے معبود ان بنا رکھے ہیں، جن کی وہ اسی طرح عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، انہیں اللہ تعالی ہی کی طرح پکارتے ہیں، اگر وہ لوگ اپنے ان اعمال میں سچے ہیں تو ان کے گمان کی تصدیق میں انہیں بتائیے کہ اے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالی کے علاوہ بھی معبود ان بنا رکھے ہیں، تم لوگ بتاؤ کہ کیا وہ معبود ان تمہاری کوئی بیماری، فاقہ یا پریشانی وغیرہ دور کر رہے ہیں؟ یقینا وہ تمہاری کوئی بیماری، فاقہ یا پریشانی وغیرہ دور کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں، وہ کچھ بھی

[146] (تفسیر طبری) سورۃ الإسراء: ٥٦-٥٧

دور نہیں کر سکتے، نہ ہی ان پریشانیوں کا رخ تمہارے علاوہ دوسرے کی طرف موڑ سکتے ہیں، اور نہ ہی کسی مصیبت کو ہلکا کر سکتے ہیں، پھر بتاؤ کہ اگر وہ ایسے ہی ہیں تو تم انہیں پکارتے کیوں ہو؟ ان میں کوئی خوبی نہیں ہے، نہ ان میں نفع بخش پہلو ہے، اس لیے انہیں معبود ماننا دین و عقل کی کمی اور بے وقوفی کی دلیل ہے، تعجب کی بات ہے کہ لوگ جس بے وقوفی کے عادی ہیں، جس میں وہ ملوث ہیں اور جسے اپنے گمراہ آباء واجداد سے حاصل کیا ہے، وہ اسے ہی اچھی سمجھ اور عقل سلیم مان رہے ہیں، اور وہ اللہ جو ایک ہے، تنہا ہے، کامل ہے اور ہر قسم کی ظاہری وباطنی نعمتوں سے نوازنے والا ہے، اس کے لیے دین کو خالص کرنے کو ہی بے وقوفی اور تعجب خیز امر سمجھ رہے ہیں۔ مشرکین نے ایسا ہی کہا تھا: (ترجمہ: کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے)۔[147]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں رقم طراز ہیں: "فلا یملکون کشف الضر عنکم "یعنی وہ دفع مضرت کی طاقت نہیں رکھتے۔ جو معبود برحق ہے وہی اس کی طاقت رکھتا ہے، وہ اسے ایک صورت سے دوسری صورت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے، چناں چہ یہ ثابت ہو گیا کہ جنہیں تم معبود مان رہے ہو وہ معبود ہیں ہی نہیں۔ پھر یہ کہ اللہ پاک نے تاکید فرمائی ہے کہ وہ اس امر پر قدرت نہیں رکھتے کیوں کہ وہ خود ہی جلب منفعت اور دفع مضرت کے باب میں اللہ تعالی کے محتاج ہیں، فرمان الہی ہے:

ترجمہ: جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں۔[148]

---

[147] تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان

[148] اس آیت کریمہ کی تفسیر امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی اضواء البیان میں دیکھیں۔

اللہ پاک نے مخلوقات کی بے بسی کی حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے، اور اسے اپنے اس فرمان میں کیا خوب واضح فرمایا ہے:

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب کو) پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مدد گار ہے۔ سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔

گویا اللہ پاک کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ بذات خود کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے، نہ ہی اللہ پاک کی مخلوقات میں ان کا کوئی حصہ ہے، نہ وہ امور دنیا کی تدبیر میں اللہ کا معاون ہیں ، نہ ہی اللہ سبحانہ کی اجازت کے بغیر قیامت کے دن کسی کی سفارش قبول کی جائے گی، چناں چہ جس کا یہ حال ہو تو اسے پکارنا اور اس سے حاجت طلبی کرنا سب سے بڑی بے وقوفی اور باطل امر ہے۔ مخلوقات کی بے چارگی پر دلالت کرنے والی اور ایک مضبوط دلیل سورۃ الفرقان کی یہ آیت کریمہ ہے:

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہ تو اپنی جان کے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: اللہ پاک وبرتر نے آیت کریمہ کے اندر معبودان باطلہ کے چھ اوصاف بیان فرمائے ہیں، ان میں کا ہر ایک وصف اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی، بلکہ یہ تو

آخری درجہ کا ظلم اور بڑی نادانی والی بات ہے، یہ شرک ہے جس کے باعث بندہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کے لیے پڑا رہے گا۔ معبودان باطلہ کے یہ چھ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

۱-وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے، یعنی ان میں کوئی چیز پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

۲-وہ خود پیدا کئے گئے ہیں، ہر چیز کے پیدا کرنے والے نے انہیں بھی پیدا کیا ہے۔

۳-وہ خود اپنے ہی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

۴-۵-۶:وہ مرنے، جینے اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے مالک نہیں ہیں۔

آیت کریمہ میں مذکورہ یہ چھ باتیں قرآن مجید کی الگ الگ جگہوں میں بالتفصیل وارد ہیں[149]۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ساری ان آیات مبارکہ کو بیان فرمایا جن میں مخلوقوں کی صفات اور ان کی بے بسی کا تذکرہ ہے، اس طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ ان معبودان باطلہ کی عبادت کرنا درست نہیں ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مخلوق کے بس میں یہ ہے ہی نہیں کہ وہ کسی بندے کو فائدہ پہنچائے یا نقصان، کسی کو دے اور کسی کو نہ دے، کسی کو سیدھا راستہ دکھائے تو کسی کو گمراہ کردے، کسی کی مدد کرے اور کسی کو رسوا، کسی کو بلندی عطا کرے اور کسی کو پستی، کسی کو عزت دے اور کسی کو ذلت، بلکہ ان سب چیزوں کا مالک اور ان پر قادر صرف اللہ پاک ہی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالی جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

مزید فرمایا:

---

[149] أضواء البیان: تفسیر سورۃ الفرقان: ۳ مع اختصار

ترجمہ: اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: اگر اللہ تعالی تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟

اور صاحبِ یس کے حوالے سے فرمایا:

ترجمہ: کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر (اللہ) رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔

اور فرمایا:

ترجمہ: لوگو! تم پر جو انعام اللہ تعالی نے کیے ہیں انہیں یاد کرو، کیا اللہ کے سوا اور کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں الٹے جاتے ہو؟

نیز فرمایا:

ترجمہ: سوائے اللہ کے تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے، کافر تو سراسر دھوکے ہی میں ہیں، اگر اللہ تعالی اپنی روزی روک لے تو بتاؤ کون ہے جو پھر تمہیں روزی دے گا؟ بلکہ کافر تو سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں[150]۔

---

[150] سورۃ الملک: ۲۰-۲۱، اس نقطہ کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہوسکتی ہے : ترجمہ:(اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبر دار خبریں نہ دے گا۔)

چناں چہ اللہ پاک نے مدد اور رزق کا ذکر ایک ساتھ فرمایا، کیوں کہ بندہ کو ایسی ذات کی ضرورت پڑتی ہے جو دشمن سے اس کا دفاع کرے اور اس کی مدد کرے، نیز اس کے لیے منافع کے راستے کھولے اور اسے روزی مہیا کرے، اس لیے اسے ایک مدد گار اور روزی عطا کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو مدد کرتا ہے اور رزق بھی دیتا ہے، وہ مضبوط طاقت والا روزی دینے والا ہے۔ سب سے سمجھدار اور جانکار بندہ وہی ہے جس کا عقیدہ ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کوئی نقصان پہنچائے تو اسے ٹالنے والا بھی وہی ہے اور جب اسے کوئی نعمت عطا کرے تو وہ نعمت دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جادوگروں سے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بندے کے لیے کافی ہے، اس کی مدد کرتا ہے، اسے روزی عطا کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔[151]

مخلوقوں کی عاجزی و بے بسی کو ثابت کرنے والی کئی انوکھی اور عمدہ مثالیں ہیں، شیخ عبد الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی مظلوم شخص کسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اس سے اور اس کے بے بس غلام، دونوں سے اپنے ظلم کے خلاف فیصلہ چاہتا ہے، تو کیا عقل اسے کبھی تسلیم کرے گی؟ یا کہ کوئی مالدار فیاض شخص ہو، جو اپنا ڈھیر سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو، اور ہاں! اس کا ایک ایسا غلام ہو جو کچھ بھی نہیں کر سکتا ہو، اب کوئی ضرورت مند انسان آئے اور اس بے بس غلام سے مدد مانگے، مالدار شخص کو نظر انداز کر دے، تو کیا عقل اسے درست ٹھہرائے گی؟ کیا کوئی بھی یہ چاہے گا کہ اس کا غلام اس کے حق میں برابر کا شریک ہو؟ اگر کوئی ظالم

---

151 إغاثة اللهفان: ۸۲-۸۳

بادشاہ ہو، جس کے کئی ایک لاچار غلام ہوں اور ان میں کا کوئی غلام قدرت والے بادشاہ کے بجائے اپنے ہی جیسے لاچار غلام کی پناہ میں آئے، کیا عقل اسے تسلیم کرے گی؟ اگر کوئی شخص کسی قبرستان سے گزر رہا ہو، اس کی سواری کسی گڑھے میں گر جائے تو وہ قبر میں موجود لوگوں کے نام لے لے کر پکارنے لگے کہ میری سواری کے معاملے میں میری مدد کرو، حالانکہ اس کے قریب ہی کوئی بہادر زندہ شخص موجود ہو، وہ اسے نظر انداز کر دے، اسے نہ پکارے، تو کیا عقل اسے درست ٹھہرائے گی؟

اس قسم کی اور بھی مشہور مثالیں ہیں جو طاقت ور انسان اور بے بس غلام سے متعلق ہیں، عقل مند انسان ایسا سن کر ہنسے گا، اسے یہ برا لگے گا بلکہ وہ اسے ڈانٹے گا، جب ایک مخلوق کو یہ عمل برا لگ رہا ہے کہ کوئی زیادہ طاقت ور انسان کو نظر انداز کر رہا ہے تو پھر اسے کیسا لگتا ہو گا جو زندہ وجاوید، نگہبان، قدرت والا ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے کہ جب کوئی اسے چھوڑ کر اپنی پریشانیوں کو دور کرنے اور مصیبت کی گھڑی میں مدد کرنے کے لیے کسی ایسے کو پکارے جو خود اپنے نفع ونقصان کا مالک نہ ہو؟[152] آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر اللہ کو پکارنے کو صحیح ٹھہرانے والے ایک شخص کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ جب یہ دعا کرتے ہیں تو میری بہ نسبت ان کی دعا بارگاہ الٰہی میں زیادہ قبول ہوتی ہے، تو واضح رہے کہ یہ تب صحیح ہو گا جب وہ باحیات اور موجود ہو۔ لیکن اگر وہ مردہ ہو- خواہ نبی ہو یا کوئی اور- تو انہیں پکارنا بے وقوفی اور گمراہی ہے کیوں کہ ان کے حواس معطل ہو چکے ہیں اور وہ خود دنیا سے چل بسے ہیں، ان کی روح کو جنت میں یا اللہ جہاں

[152] السیف المسلول علی عابد الرسول: ۶۷-۶۸ معمولی تصرف کے ساتھ

چاہے رکھتا ہے، ان کی روحیں جسم سے جدا ہوگئی ہیں، (آپ انہیں پکارتے ہیں) اور اس ذات کو چھوڑ دیتے ہیں جو زندہ وجاوید اور نگہبان ومحافظ ہے[153]۔

شیخ عبد اللہ ابابطین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتنی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی میت –خواہ وہ شہید ہو یا کوئی اور– کے پاس آکر صرف دعا کی درخواست کرے، اپنے دشمنوں پر غلبہ یا خود اپنے لیے لباس وپوشاک کی مانگ نہ کرے، تب بھی لوگ اسے پاگل کہیں گے، مگر وہی میت مٹی میں سڑ گل جاتا ہے تو شیطان اور گمراہی کے سربراہان، لوگوں کے سامنے اس سے مدد مانگنے اور حاجت طلب کرنے کو سجا سنوار کر پیش کرتے ہیں (اور لوگ ان کے چنگل میں پھنس بھی جاتے ہیں)۔

فطرتِ سلیمہ کا حامل ایک عام انسان بھی اپنی فطرت کی بنا پر اس کے باطل ہونے کا علم رکھتا ہے، کہا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ کا ایک پڑھا لکھا شخص نجد کے ایک ان پڑھ شخص سے کہتا ہے کہ کیا بات ہے کہ تم لوگ اولیاء کی کوئی قدر نہیں کرتے، جب کہ اللہ پاک کا شہیدوں سے متعلق فرمان ہے کہ وہ باحیات ہیں، ان کو اپنے رب کے پاس رزق عطا کیا جاتا ہے، تو اس ان پڑھ شخص نے جواباً کہا: اللہ پاک نے کیا فرمایا؟ انہیں روزی دی جاتی ہے، یا وہ روزی دیتے ہیں؟ اگر وہ روزی دیتے ہیں تو پھر میں ان سے روزی مانگوں گا اور اگر انہیں روزی دی جاتی ہے تو پھر میں اس سے مانگوں گا جو انہیں روزی دیتے ہیں۔ جواب سن کر مکی شخص نے کہا: تم لوگوں کی دلیلیں بہت ہیں، اور وہ خاموش ہو گیا[154]۔

انیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی پرستش کی جاتی ہے وہ ملکیت کے اعتبار سے بالکل عاجز و بے بس ہیں، وہ کسی بھی چیز

---

[153] سابق مرجع: ۳۱-۳۲

[154] تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس: ۱۱۸-۱۱۹

کے مالک نہیں ہیں، حتی کہ ایک حقیر شے کے بھی مالک نہیں، جب حال یہ ہے تو پھر ان سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

اور قمطیر اس باریک جھلی کو کہا جاتا ہے جو کھجور کی گٹھلی پر چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

اور رہی بات اللہ تعالی کی تو وہ مطلقاً پورے جہان کا مالک ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: آسمان اور زمین کی سلطنت اللہ تعالی ہی کے لیے ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔

ملکیت کی نفی کی دلیل سورہ نبأ میں بھی ہے، اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے۔

مطلب اللہ کے ساتھ کسی چیز کا نہ کوئی مستقل طور پر مالک ہے اور نہ (دوسرے کی) شرکت کے ساتھ۔ بلکہ ہر چیز کا مالک صرف اللہ تعالی ہی ہے۔

رہی بات مخلوقات کی تو ان کی ملکیت ناقص، وقتی اور محدود ہے، یعنی وہ صرف گھر، جانور وغیرہ تک ہی محدود ہے اور عارضی ملکیت ہی رکھتی ہیں، کیوں کہ انسان کی ملکیت اس کی وفات کے بعد ورثہ کو منتقل ہو جاتی ہے، پھر اس کی طرف دوبارہ واپس نہیں کی جاتی ہے۔

ملکیت کے ناقص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہی اس میں تصرف کر سکتا ہے، مثلا اگر انسان اپنے گھر کو جلانا چاہے تو نہیں جلا سکتا ہے کیوں کہ یہ اس کے لیے حرام ہے، اور اگر بغیر کسی سبب کے اپنے غلام کو مارنا چاہے تو یہ بھی اس کے لیے حرام ہے۔

جہاں تک اللہ رب العالمین کی بات ہے تو وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے تصرف کا حق رکھتا ہے ،اور یہ اس کے حق میں نقص شمار نہیں ہو گا۔ جیسے زلزلے برپا کرنا، سیلاب کا لانا، فقیر کو مالدار اور مالدار کو فقیر کرنا وغیرہ، جیسا کہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔

یہ سب ایک حکمت کے تحت ہے جسے اللہ کے سوا کوئی جانتا نہیں ہے۔اور حکمت بالغہ اللہ ہی کے پاس ہے۔ اللہ ہی کے لیے دنیا وآخرت ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے۔

بیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ جن معبودات کی پرستش کی جاتی ہے وہ باعتبار تخلیق وتکوین عاجز وبے بس ہیں۔ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے، اسی نے مخلوقات کو وجود بخشا اور انہیں عدم سے وجود میں لایا۔ لیکن یہ معبودان باطلہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، حتی کہ کسی معمولی چیز کو بھی نہیں، اس لیے انہیں پکارنا اور ان سے لو لگانا باطل وبے کار ہے، کیوں کہ مخلوق اپنے خالق کی محتاج ہوتی ہے ، اور جو خود محتاج ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہوتا، بلکہ اسی کے اوپر ضروری ہے کہ وہ اللہ پاک کی عبادت کرے، ہمیشہ اسی سے اپنی ضروریات کی تکمیل کا مطالبہ کرے، اللہ تعالی نے ایسوں کی عبادت کو باطل قرار دیا ہے، جو خالق نہیں ہیں، فرمایا:

ترجمہ: تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم نہیں کر سکتے ، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے، اور جو کچھ تم

چھپاؤ اور ظاہر کرو اللہ تعالی سب کچھ جانتا ہے۔ اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالی کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالی نے سورۃ الحج کے آخر میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو، وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کرسکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے۔ بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔

الیاس علیہ السلام نے اسی عقلی دلیل یعنی ان معبودان باطلہ کے کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہونے کی دلیل سے اپنی قوم کے سامنے یہ بات ثابت کیا کہ غیر اللہ کو پکارنا باطل ہے، اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا:

ترجمہ: کیا تم بعل (نامی بت) کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ اللہ جو تمہارا اور تمہارے اگلے تمام باپ دادوں کا رب ہے۔

بعل ایک بت کا نام ہے جس کی وہ پوجا کرتے تھے[155]۔

الحمدللہ یہ دلیل روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اکیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے مقابلے میں جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ تدبیر کرنے سے بالکل عاجز ہیں کیوں کہ

---

155 سورہ یونس: آیت نمبر: ۳۴ کے تحت اضواء البیان میں امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں' نیز سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۶ کے تحت بھی آپ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

وہ آسمان وزمین میں کچھ بھی تدبیر نہیں کر سکتے ہیں، بلکہ حقیقی مدبر تو اللہ کی ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جب کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالی ہی کا ہے۔

اللہ تعالی نے نبی ﷺ کے بارے میں بھی تدبیر کی نفی کی ہے کہ آپ بھی کسی شیء کی تدبیر نہیں کر سکتے، چناں چہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں۔

جب نبی کے اختیار میں کچھ نہیں ہے تو پھر دوسرے لوگوں کو اختیار کیسے مل سکتا ہے۔

اللہ کے اس فرمان (اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالی ہی کا ہے۔) کے سبب نزول میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے بعض قبائل پر قنوت نازلہ پڑھی اور بد دعا کی جس پر اللہ نے آپ کی رہنمائی کی کہ کام کُل کا کُل اللہ کے اختیار میں ہے، چناں چہ اللہ آپ کی دعا قبول کرتا ہے اور ان لوگوں پر اللہ کی لعنت بھی ہوتی ہے۔ اور توبہ بھی قبول کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے: (سالم اپنے والد عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ سے سنا، جب نبی کریم ﷺ فجر کی آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: "اے اللہ! فلاں فلاں کو تو اپنی رحمت سے دور کر دے، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی)[156]۔

مسند احمد کی روایت ہے کہ: (آپ ﷺ حارث بن ہشام، سہیل بن عمر اور صفوان بن امیہ پر لعنت بھیجا کرتے تھے تو اللہ نے انہیں توبہ کی توفیق دی)[157]۔

---

[156] صحیح بخاری: (۴۵۵۹)

[157] اسے عبد اللہ بن احمد نے مسند احمد کے زوائد میں روایت کیا ہے (۲/۹۳)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کردہ الفاظ یہ ہیں: (تو اللہ نے انہیں اسلام کی ہدایت دی) [158]۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: (مجموعی اعتبار سے پتہ چلا کہ دنیا و آخرت میں حکومت صرف اللہ تعالی کے لیے ہے، چناں چہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: (ترجمہ: اے نبی! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں ہے) بلکہ تمام معاملے کا اختیار صرف مجھ کو ہے، پھر اللہ تعالی اس کے بعد فرمایا: (ترجمہ: آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالی ہی کی ملکیت ہے)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: سب اللہ کی ملکیت ہے اور زمین وآسمان والے سب اللہ کے بندے ہیں (ترجمہ: جسے چاہتا ہے معافی کا پروانہ عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب سے دوچار کرتا ہے) یعنی وہی تصرف کی قدرت رکھتا ہے، اس کا کوئی مواخذہ نہیں کر سکتا، اور نہ اس کے کیے کے بارے میں کوئی پوچھ سکتا ہے، بلکہ بندے خود پوچھے جائیں گے۔

شیخ صنع اللہ بن صنع اللہ حنفی ان لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ زندگی میں اور مرنے کے بعد اولیاء کو ہر طرح کے تصرفات کا حق حاصل ہے، مصائب و آلام میں انہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور انہی سے اہم کام وقوع پزیر ہوتے ہیں۔ اسی لیے لوگ ان کی قبروں کے پاس آتے ہیں، اور اپنی حاجت روائی کے لیے انہیں پکارتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رہی بات ان لوگوں کا یہ کہنا کہ اولیاء کو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی ہر طرح کے تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے تو ان کا یہ عقیدہ اللہ کے فرمودات کے خلاف ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔

[158] جامع البیان فی تأویل القرآن: تفسیر سورۃ آل عمران: ۱۲۸، المعجم الأوسط: ۳/۱۰۱

ترجمہ: یادرکھو کہ اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔

اس طرح کی بے شمار آیتیں ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ اللہ کی ذات خلق وتدبیر اور تصرف وتقدیر میں منفرد ہے اور کسی بھی طور پر اس کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے۔پیدا کرنا، مارنا یا جلانا یا کسی طرح کا تصرف کرنا سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

بے شمار آیتوں میں اللہ نے خود اپنی ملکیت میں منفرد ہونے کی تعریف کی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

رہی بات ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد اولیاء کو بھی تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے تو یہ اس بات سے بھی زیادہ قابل شناعت ومذمت ہے کہ وہ زندگی میں تصرف کرتے ہیں، اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: یقیناخود آپ کو موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ہے، انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقینا بہت سی نشانیاں ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: (جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے) مذکورہ تمام نصوص اس بات پر دال ہیں کہ میت کا شعور اور اس کی حرکت

ختم ہو جاتی ہے، اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ میت خود اپنی ذات میں تصرف نہیں کر سکتا ہے، چہ جائے کہ دوسروں کی ذات میں تصرف کرے۔

جب وہ اپنی ذات کو حرکت دینے سے عاجز آ گیا تو دوسروں کی ذات میں کیسے تصرف کر سکتا ہے۔

اللہ ہمیں باخبر کرتا ہے کہ تمام روحیں اللہ کے پاس ہیں، اور یہ ملحد کہتے ہیں کہ روحوں میں مطلقاً تصرف (کی صلاحیت) ہو سکتی ہے۔ لہذا ان سے کہا جائے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ کی ذات؟

جہاں تک ان لوگوں کا یہ کہنا کہ مصائب و آلام میں ان سے مدد مانگی جا سکتی ہے تو یہ پہلے والے سے زیادہ قبیح اور گھنونی بات ہے، کیوں کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے، اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور معبود ہے؟

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے نجات دیتا ہے۔

چناں چہ اللہ تعالی نے یہ ثابت کیا کہ وہی پریشانی کو دور کرتا ہے اور پریشان حال کی دعا قبول کرنے میں وہی منفرد اور یکتا ہے اور وہی وہ ذات ہے جس سے تمام مشکلات میں مدد مانگی جاتی ہے، وہی مشکلات کو دور کرنے پر قادر ہے اور وہ اس فعل میں یکتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی ہی پریشانیوں کا ازالہ کر سکتا ہے تو پھر دوسرے تمام لوگ اس سے نکل گئے، چاہے وہ بادشاد یا نبی یا ولی ہی کیوں نہ ہوں۔

اور رہاں عام اور ظاہری اسباب میں استغاثہ (مدد طلب کرنا) جائز ہے جیسے جنگ میں یا کسی دشمن کے نرغے یا کسی درندے کے گھیرے میں آجانے کی صورت میں کسی سے مدد مانگی جا سکتی ہے، جیسے یہ کہنا کہ اے آل زید! اے مسلمانو! میری مدد کو آؤ۔ یہ صرف ظاہری افعال کے اعتبار سے ہے،

رہی بات قوت و تاثیر یا معنوی امور جیسے بیماری، غرق آبی کا خوف، تنگ دستی و فقر وفاقہ اور رزق کا مطالبہ وغیرہ تو ان امور میں اللہ ہی سے مدد چاہی جا سکتی ہے، کیوں کہ یہ اللہ کے خصائص میں سے ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا ہے۔

رہی بات ان لوگوں کا یہ اعتقاد کہ یہ اولیاء ان کی ضروریات پوری کرنے میں اثر انداز ہوتے ہیں جیسا کہ عرب کے جہلاء اور ناسمجھ صوفیاء کا وطیرہ رہا ہے، (اس لیے وہ) ان کو پکارتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں، تو یہ منکرات میں سے ہے، لہذا جو شخص اللہ کے علاوہ کسی نبی یا کسی ولی وغیرہ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ پریشانی کو ٹال سکتا ہے، یا کسی کی ضرورت پوری کر سکتا ہے تو یقیناوہ خطرناک جہالت کی وادی میں غلطاں و پیچاں ہے اور جہنم کے دہانے پر ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ان کی طرف یہ کرامات ہیں تو اللہ کی پناہ۔ اولیاء اس درجے پر فائز ہو ہی نہیں سکتے بلکہ یہ تو بُت پرستوں کا عقیدہ ہے جس کا ذکر اللہ نے خود قرآن میں کیا ہے:

ترجمہ:-اور کہتے ہیں- کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کرا دیں۔

ترجمہ: کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر-اللہ- رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے۔

لہذا کسی نبی یا ولی کو مدد کے طور پر نفع و نقصان کے کسی مرتبے پر فائز کرنا جو اس کی شان نہیں ہے، اللہ کے ساتھ کھلا شرک ہے، کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا[159]۔

---

159 سیف اللہ علی من کذب علی أولیاء اللہ

بائسویں دلیل: مخلوقات کی دہائی دینے کے بطلان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ رزق کے باب میں عاجز ہیں۔اور اللہ تعالی نے اس کی تردید خود اپنی کتاب میں کی ہے، چناں چہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی روزی نہیں دے سکتے اور نہ قدرت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ دوسری طرف اللہ نے اپنی کتاب میں خود صراحت کی ہے کہ تمام قسم کی نعمت اور رزق کا مالک وہی ہے اور اپنے بندوں پر انعام کرنے میں وہ منفرد ہے، بنابریں اس کو چھوڑ کر غیروں سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ترجمہ: تمہیں اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

اور فرمایا:

ترجمہ: اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے۔

چناں چہ اللہ تعالی ہی رزاق ہے جو حقیقی طور پر جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس سے محروم کر دیتا ہے۔ لہذا اسی سے رزق طلب کرنا واجب اور ضروری ہے۔

اسی لیے اللہ نے فرمایا:

ترجمہ سب آسمان وزمین والے اسی سے مانگتے ہیں۔

مخلوقات کے محتاج ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جو لوگ اپنی حاجتیں لے کر آئے انہیں آپ کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے حالانکہ آپ مؤید من اللہ تھے، اپنی امت کے

تئیں شفیق ومہربان تھے، لہذا معلوم یہ ہوا کہ جو نبی سے کمتر ہیں ان سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا بدرجہ اولی باطل ہے۔

چناں چہ غزوہ تبوک کے موقع پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس سواری کے لیے تشریف لائے تو آپ ﷺ انہیں سواری مہیا نہیں کر پائے۔ بنابریں وہ لوگ اپنی آنکھیں اشک بار کئے ہوئے اپنے گھر کو لوٹ گئے ، چناں چہ اللہ نے ان کے حق میں آیتیں نازل کر دیں۔ فرمایا:

ترجمہ: ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ انہیں سواری مہیا کر دیں۔ تو آپ جواب دیتے ہیں کہ میں تمہاری سواری کے لیے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کے لیے کچھ بھی میسر نہیں۔

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ رسول ﷺ کے پاس آپ سے سواری مانگنے کے لیے آیا، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تم کو سواری نہیں دوں گا اور میرے پاس کوئی سواری نہیں جو تم کو دوں، پھر ہم ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا ، اس کے بعد اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے پاس اونٹ آئے، آپ نے حکم دیا ہم کو سفید کوہان کے تین اونٹ دینے کا، جب ہم چلے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے بعض نے بعض کو کہا: اللہ برکت نہ دے ہم کو، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے سواری مانگی تو آپ نے ہم کو سواری نہ دینے کی قسم کھائی، پھر آپ نے ہم کو سواری دی، لوگوں نے آخر آپ سے کہا تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ نے سوار کیا[160]۔

---

[160] اسے مسلم، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: جن کی تم اللہ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں، پس تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالی سے ہی روزیاں طلب کرو۔

چناں چہ اللہ نے پہلے رزق کو نکرہ استعمال کیا پھر معرفہ ،لہذا پہلا نکرہ نفی پر دال ہے کہ معبودان باطلہ رزق کا حتی کہ ایک حقیر شیء کا بھی مالک نہیں۔اس لیے کہ نکرہ نفی کے سیاق میں عموم پر دلالت کرتا ہے۔اور دوسری مرتبہ رزق کو معرفہ استعمال کیا(یعنی: تمام قسم کے رزق اللہ ہی سے مانگو) کیوں کہ اللہ تعالی رزاق ہے،اس کے علاوہ کوئی رزق نہیں دے سکتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مخلوق قصداً آپ کی منفعت نہیں چاہتی ہے، بلکہ آپ سے اپنے فائدے کی خواہش رکھتی ہے، اور رب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ آپ کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے نا کہ اپنے فائدے کے لیے سوچتا ہے اور اس کی منفعت ہر طرح کی مضرتوں سے کوسوں دور ہے، جب کہ مخلوق کی منفعت میں نقصان کا خدشہ رہتا ہے گرچہ آپ پر اس کا احسان ہی کیوں نہ ہو۔

لہذا اس میں غور کرو اور سوچو! یقینا تمہیں یہ چیز اس بات سے روکے گی کہ تم مخلوق سے کسی چیز کی امید رکھو یا اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سے لو لگاؤ یا اس سے نفع ونقصان کا مطالبہ کرو اور نہ ہی غیر سے دل لگاؤ، کیوں کہ یہ مخلوق تمہیں صرف فائدہ پہنچانا نہیں چاہتی ہے بلکہ اس کے ساتھ اسی کے ہم مثل فائدے کی خواہش بھی رکھتی ہے۔

تمام مخلوقات کے باہمی معاملات کا یہی حال ہے، چاہے والد کے ساتھ لڑکے کا یا بیوی کے ساتھ شوہر کا یا آقا کے ساتھ مملوک کا یا پارٹنر کے ساتھ پاٹنر کا معاملہ ہو۔لہذا نیک وسعید وہ شخص ہے جو اللہ کی خاطر ان کے لئے کام کرے نا کہ اپنے لئے اور اللہ ہی کی خاطر ان کے ساتھ حسن سلوک

کرے، ان کے تیئں اللہ سے ڈرے اور کسی سے نہ ڈرے، اور ان کے ساتھ احسان کرنے کا بدلا اللہ سے پانے کی امید رکھے اور اللہ کے لئے ان سے محبت کرے۔ جیسا کہ اولیاء اللہ نے فرمایا:

ترجمہ: ہم تمہیں صرف اللہ تعالی کی رضا مندی کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلا چاہتے ہیں، نہ شکر گزاری۔[161]

لہذا جب مخلوقات کے محتاج ہونے کی بات واضح اور ثابت ہوگئی تو پھر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ ان مخلوقات سے اپنی حاجت روائی کا مطالبہ کریں۔ اور اس بے نیاز پروردگار سے مانگنا چھوڑ دیں جس کے ہاتھ میں آسمان وزمین کی بادشاہت ہے؟

اللہ تعالی نے خود اپنی صفت بیان کی ہے کہ وہ غنی وبے نیاز ہے، رزاق ہے، انعام کرنے والا ہے، محسن ہے، سخی وفیاض ہے، کریم وداتا ہے، نفع پہنچانے والا ہے، ملجا وماوی ہے، بے نیاز ہے، احسان کرنے والا ہے، قادر مطلق ہے، مدبر ہے، قیوم ہے۔

لہذا جس شخص نے اپنی ہی طرح کسی مخلوق کا رخ کیا جو ان تمام صفات سے عاری ہو اور اس سے اپنی حاجتیں طلب کی، اور ان تمام صفات حسنہ کی حامل ذات کو چھوڑ دیا تو یقینا اس نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔

---

[161] إغاثة اللهفان: ٦٦

خلاصہ:

مخلوقات کے عاجز ہونے کی مذکورہ پانچ وجوہات –علم، قدرت، تدبیر ، تخلیق اور ملکیت ورزق رسانی میں اس کی عاجزی-کی بنا پر غیر اللہ کو پکارنا اللہ تعالی سے سوئے ظن رکھنے کو مستلزم ہے، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شرک اللہ تعالی سے سوئے ظن پر مبنی ہے، اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مد مقابل مشرکین سے فرمایا:

ترجمہ: کیا تم اللہ کے سوا گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟ تو یہ بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟:

اور اگر یہ معنی ہو کہ تمہار کیا خیال ہے کہ تم اسے چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرو اور وہ تمہیں اس کا اچھا بدلا دے، تو یہ یقینا ایک طرح کی دھمکی ہے۔

چناں چہ ایک مشرک یا تو یہ خیال کرے گا کہ اللہ تعالی کو اس کائنات کی تدبیر کے لیے کسی معاون کی ضرورت ہے جو کہ اللہ کے حق میں تنقیص ہے، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

یا یہ خیال کرے گا کہ اللہ پاک وبرتر کی قدرت کی تکمیل اپنے شریک وساجھی کی قدرت سے ہے، یا پھر یہ کہ اللہ کو کسی واسطے سے معلوم ہوتا ہے یا وہ (کسی واسطے سے) رحم کرتا ہے یا اللہ تن تنہا کچھ نہیں کر سکتا ہے، یا اللہ اپنے بندوں کے ساتھ جو کرنا چاہتا ہے وہ کسی واسطہ کی سفارش پر کرتا ہے جس طرح مخلوق مخلوق سے سفارش کرتا ہے۔ چناں چہ اسے اپنے اپنے بندے کی سفارش قبول کرنے کے لیے سفارشی کی ضرورت پڑتی ہے یا یہ کہ جب تک کوئی سفارشی اللہ کے سامنے بندے کی حاجت پیش نہیں کرتا اس وقت تک اللہ تعالی اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتا ہے جیسا کہ دنیا کے بادشاہوں کی حالت ہے، اور یہی شرک ہے۔

یا پھر یہ خیال کرے گا کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے دور ہونے کی وجہ سے ان کی پکار نہیں سن سکتا، یہاں تک کہ کوئی واسطہ اس تک معاملے کو پہنچائے۔

یا پھر یہ سوچے کہ ان پر مخلوق کا بھی حق ہے، لہذا مخلوق کے حق ہونے کی وجہ سے حق کی تقسیم ہو گی اور مخلوق کو ان تک رسائی کے لیے وسیلہ بنایا جائے گا، جیسا کہ بادشاہوں تک رسائی کے لیے لوگوں کا وسیلہ لیا جاتا ہے اور اس میں ذرہ برابر مخالفت نہیں کی جاتی ہے۔

اور یہ ساری صورتیں ربوبیت کی تنقیص کرتی ہیں کیوں کہ ان میں اللہ سے خالص محبت، اس سے امید و بیم اور توکل وانابت میں کمی ہوتی ہے، چناں چہ تعظیم، محبت اور خوف ورجاء یہ ساری صفتیں، خواہ کم ہو یا زیادہ، غیر اللہ کی طرف پھیرنے کی وجہ سے اثر انداز ہوتی ہیں۔

لہذا شرک رب کی تنقیص کو مستلزم ہے، اور اسی طرح تنقیص بھی شرک کو لازم ہے، اور یہ چیز مشرک کے چاہنے اور نہ چاہنے پر منحصر ہے، اسی لیے اللہ کی وحدانیت اور کمال ربوبیت اس بات کا متقاضی ہے کہ مشرک کی بخشش نہ ہو اور ہمیشہ کے لیے اسے دردناک عذاب میں ڈھکیل دیا جائے ۔اسے مخلوق میں سب سے بدترین مخلوق قرار دیا جائے، کیوں کہ مشرک آپ کو صرف اللہ کی تنقیص کرتے ہوئے نظر آئے گا، گرچہ وہ یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کی تعظیم کر رہا ہے[162]۔

تئیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ معبوات جن کی پرستش کی جاتی ہے، یہ دیرپا یا ہمیشہ رہنے والے نہیں ہے، بلکہ یہ فنا ہو کر زمین میں مل جائیں گے، اور یہ ان کی عاجزی وبے بسی کی وجہ سے ہے، لہذا یہ چیز ان معبودات کی عبادت کے باطل ہونے کی کھلی دلیل ہے، کیوں کہ ان کی عبادت کرنا حق ہوتا تو یقینا انہیں دوام ہوتا!

---

162 إغاثة اللهفان: ١٠٣-١٠٤

کہاں ہیں ان صالحین کی قبریں جن کی زمانہ جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی، کہاں ہیں وہ اشجار واحجار جن سے لوگ ایک صدی پہلے برکت طلب کیا کرتے تھے؟ یا تو یہ ختم ہو گئے یا پھر ختم ہو کر رہیں گے، جیسا کہ اللہ تعالی کے کونی وقدری حکم سے دیگر چیزیں فنا ہو گئیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت وعزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔

ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی ستارہ پرست قوم کو دعوت دیتے وقت اس عقلی دلیل کی طرف اشارہ کیا، تاکہ انہیں یہ بتائے کہ غیر اللہ کی عبادت باطل ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، یہ تو سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

چناں چہ ان آیات کریمہ میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو متنبہ کیا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ فنا کے گھاٹ اترنے والی ہیں۔ اور ان کی عبادت کے باطل ہونے پر دلیل بھی پیش کی۔ رہی بات اللہ تعالی کی تو زندہ وجاید ہے، باقی رہنے والا ہے، کبھی فنا ہونے والا نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے، باقی رہ جائے گی۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات ہی عبادت وریاضت کی مستحق ہے۔

چوبیسویں دلیل: مردوں کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کتاب وسنت میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ میت کو یقینی طور پر دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے غافل ہے چاہے اس کی روح علیین میں ہویا سجین میں ، چناں چہ جس کی یہ حالت ہو وہ کیسے کسی پکار کو سن سکتا ہے ، اور کیسے کسی کی ضروریات پوری کر سکتا ہے ؟ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔

بنابریں میت کو پکارنے والا حقیقی طور پر کسی کو نہیں پکارتا ہے، بلکہ وہ اپنے آپ سے بات کرتا ہے، کیوں کہ مومن کو قبر میں ادراک کے لیے دنیوی زندگی کی طرح حواس خمسہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ برزخی زندگی میں ہوتا ہے جو دنیوی زندگی کی طرح نہیں ہے، اور وہ دنیا کے احوال سے کلی طور پر غافل ہوتا ہے جیسا کہ قرآنی آیت اس کی صراحت کرتی ہے۔

پچیسویں دلیل: درحقیقت جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر مُردوں کو پکارتے ہیں، ان کا اعتقاد ہے کہ مردے زندوں کے مرتبے سے اعلی وارفع مرتبے پر فائز ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ شاید جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو انہیں نہیں پکارتے ہیں، چناں چہ جب وہ مرجاتے ہیں تو ان کو پکارنا شروع کردیتے ہیں، اور یہ شریعت اور عقل سلیم اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہے کیوں کہ زندوں کا مقام مُردوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور تاریکی اور روشنی، اور چھاؤں اور دھوپ، اور زندہ اور مردے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے، جو قبروں میں ہیں۔

تو افسوس ہے ان زندوں پر جو مردوں سے فریاد کرتے ہیں۔

چھبیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ خود قیامت کے دن ایسے پیروکاروں کو رسوا کریں گے اور ان سے اپنی برائت کا اظہار کریں گے۔ چاہے وہ ان کی عبادتوں سے راضی ہوں یا نہ ہوں، چناں چہ یہ عیسی علیہ السلام ہیں جو اپنی عبادت کرنے والے نصاری سے براءت کا اظہار کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالی فرمائے گا اے عیسی بن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو۔ عیسی عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ ایسی بات کہتا جس کو کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو اس کا علم ہوگا تو تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے، اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے، میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

بلکہ تمام معبودات جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے وہ اپنے عابدوں سے برائت کا اظہار کریں گے، ان پر لعنت بھیجیں گے، ان کے مخالف ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے حالاں کہ یہ لوگ ان سے بہت کچھ امیدیں وابستہ کر رکھے تھے۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالی کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں ۔لیکن ایسا ہر گز نہیں، وہ تو پرستش سے منکر ہو جائیں گے، الٹے ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یعنی یہ ان سے بڑھ کر خیانت کریں گے۔ اللہ تعالی ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیاوی دوستی کی بنا ٹھہرالی ہے، تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے، اور تمہارا سب کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عابد اور معبود ہر کوئی ایک دوسرے سے برائت کا اظہار کریں گے، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے لگیں گے۔ لہذا تم ایسے لوگوں سے کیسے تعلق بناتے ہو جن کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اپنے عبادت گزاروں سے پہلو تہی برتیں گے اور ان پر لعنتیں بھیجیں گے اور عابدوں اور معبودوں کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانہ سکے گا ، اور نہ ہی عذاب کو ٹال سکے گا ، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: جس وقت پیشوا لوگ اپنے تابعداروں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور کل رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس وقت پیروکار تمنا کریں گے کہ انہیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دیا جائے تو ان کے معبودان سے کنارہ کشی اختیار کرلیں گے اور کہیں گے کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دو اور اللہ کے لیے خالص عبادت کرو۔

افسوس صد افسوس کہ وقت ٹل چکا ہو گا اور اس وقت انہیں کوئی موقع نہیں دیا جائے گا، اس کے باوجود وہ ان کی تکذیب کریں گے، اگر یہ لوگ لوٹا بھی دیے جائیں تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔

بلکہ یہ تو صرف آرزو اور تمنا ہو گی جو یہ لوگ کیا کریں گے اپنے معبودوں پر برہم ہو کر۔ ان تمام گناہوں کی جڑ ابلیس ہے اور اس کے باوجود جب فیصلہ سنا دیا جائے گا تو یہ ابلیس اپنے متبعین سے کہے گا:

ترجمہ: جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ تعالی نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کے خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباو تو تھا نہیں، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔

چناں چہ اِس وقت ان لوگوں کی دلیل جو قبر والوں کی عبادت کرتے ہیں، یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سفارش کریں گے، حالانکہ یہ معبودان باطلہ نہ ان کا اقرار کریں گے اور نہ ہی ان کے لیے اللہ کے پاس قیامت کے دن سفارش کریں گے، بلکہ ان سے برائت کا اظہار کریں گے اور یہ ان کے لیے وبال جان بن جائیں گے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس دن قیامت قائم ہو گی تو گناہ گار حیرت زدہ رہ جائیں گے، اور ان تمام شریکوں میں سے ایک بھی ان کا سفارشی نہ ہو گا اور خود یہ بھی اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کے حق میں سفارش نہیں کریں گے، بلکہ ان کا انکار کر دیں گے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: تم ہمارے پاس تن تنہا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا، اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ہمراہ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعوی رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں، واقعی تمہارے آپس میں قطع تعلق تو ہو گیا اور وہ تمہارا دعوی سب تم سے گیا گزرا ہوا۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: جس دن اللہ تعالی انہیں اور سوائے اللہ کے جنہیں یہ پوجتے رہے، انہیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا خود ہی راہ سے گم ہو گئے، وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زیبا نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے، بات یہ ہے کہ تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں، یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے، یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔ تو انہوں نے تمہیں تمہاری تمام باتوں کو جھٹلایا، اب نہ تو تم کو عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے، نہ مدد کرنے کی، تم میں سے جس نے ظلم کیا ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت (تو انہوں نے تمہیں تمہاری تمام باتوں میں جھٹلایا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم نے عبادت کی تھی وہ تمہیں جھٹلا دیں گے اور تم یہ

خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے اولیاء ہیں، تمہیں اللہ سے قریب کر دیں گے، اللہ کے فرمان (اب نہ تو تم کو عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے، نہ مدد کرنے کی) کا مطلب یہ ہے کہ: وہ تم سے عذاب کو ٹالنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنی خود مدد کر سکتے ہیں۔

شیخ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ بروز قیامت کفار کو اور ان لوگوں کو جو اللہ کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت کیا کرتے تھے، جمع کرے گا ، پھر ان گھڑے ہوئے معبودوں سے کہے گا کہ کیا تم لوگوں نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر تمہاری عبادت کریں، یا پھر وہ خود راستہ بھٹک گئے تھے؟ تو یہ کہیں گے: اے اللہ! آپ کی ذات تو پاک ہے، یعنی شرکاء سے اور ہر اس چیز سے جو آپ کی جلالت وعظمت کے منافی ہیں، اس سے آپ کو جدا کرتے ہیں اور آپ کی تنزیہہ کرتے ہیں۔

ترجمہ: تمام مخلوقات کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ تیرے سوا کسی غیر کی عبادت کریں۔

نہ ہم اور نہ ہی وہ لوگ۔ بلکہ ہم نے تو ان لوگوں کو اس طرف کبھی بلایا ہی نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کی خود کی کارستانی ہے اور ہم ان لوگوں سے اور ان کی عبادتوں سے بری ہیں۔ پھر کہیں گے (ترجمہ: تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں) یعنی ان کو لمبی عمر ملی تھی۔ (ترجمہ: یہاں تک کہ وہ نصیحت بھلا بیٹھے) یعنی رسول پر ہم نے جو کچھ نازل کیا اسے بھلا بیٹھے۔ (ترجمہ: یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے) ابن عباس فرماتے ہیں: یعنی ہلاک ہونے والی قوم۔

حسن بصری اور مالک زہری سے روایت کرتے ہیں کہ: ان کے اندر کوئی خیر نہیں[163]۔

---

[163] دیکھئے آیت کی تفسیر: (وإذا رأى الذين أشركوا شركاءهم)۔

اللہ تعالی قیامت کے دن ان معبودوں کا اپنے عابدوں سے برائت ظاہر کرنے کے سلسلے میں فرماتا ہے:

ترجمہ: جس دن اللہ تعالی انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے، کہاں ہیں، جن پر بات آچکی وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکار کھا تھا، ہم نے انہیں اس طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے، ہم تیری سرکار میں اپنی دست برداری کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ اس چیز کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے جس سے کفار و مشرکین کی سرزنش کریں گے، فرماتے ہیں:

ترجمہ: تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے، کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔

اللہ کے فرمان: (ترجمہ: جن پر بات آچکی وہ جواب دیں گے) سے مراد جنات و شیاطین اور کفر کی دعوت دینے والے ہیں۔ (ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکار کھا تھا، ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے، ہم تیری سرکار میں اپنی دست برداری کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے)۔

چناں چہ وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے انہیں گمراہ کیا اور انہوں نے ان کی پیروی بھی کی پھر ان کی عبادتوں سے برائت کا اظہار کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں، لیکن ایسا ہر گز نہیں، وہ تو پوجا سے منکر ہو جائیں گے، الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندے کا مخلوق پر اعتماد اور بھروسہ کرنا ضرر و نقصان سے خالی نہیں، کیوں کہ جو وہ امید کرتا ہے اس کے بر خلاف واقع ہوتا ہے۔لہذا ضرور ایسا ہوگا کہ وہ اسی سمت سے رسوا ہوگا جہاں سے اسے مدد ملنے کی امید تھی یا (اسی سمت سے اس کی) مذمت کی جائے گی جہاں اس کی تعریف کی جاتی تھی۔اور یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے ،لہذا یہ چیز تجربے سے بھی معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: انہوں نے اللہ کے دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ ان کے لیے باعزت ہوں، لیکن ایسا ہرگز نہیں، وہ پوجا سے منکر ہو جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: وہ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں تاکہ وہ مدد کئے جائیں، حالاں کہ ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں، پھر بھی مشرکین ان کے لیے حاضر باش لشکری ہیں۔

یعنی وہ ان پر غصہ ہوں گے اور مقابلہ کریں گے جیسا کہ لشکر غضبناک ہوتے ہیں اور اپنے اصحاب کی طرف سے جنگ کرتے ہیں، حالاں کہ وہ ان کی مدد نہیں کرسکیں گے، بلکہ وہ خود ان پر بوجھ ہیں[164]۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: ہم نے ان کے اوپر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا اور انہیں ان کے معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے، جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آپہنچا، بلکہ اور ان کا نقصان ہی انہوں نے بڑھا دیا۔

---

[164] الانحرافات العقدیۃ: ۳۱۰، مع اختصار

یعنی انہوں نے نقصان کے علاوہ کچھ نہیں دیا۔

مزید فرمایا:

ترجمہ: پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخر ش تو برے حال وبے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔

چوں کہ مشرک اپنے شرک کے واسطے سے کبھی مدد کا طلب گار ہوتا ہے تو کبھی حمد وثنا کا خواہاں، اسی لیے اللہ پاک نے بتلایا کہ معاملہ درحقیقت اس کے برعکس ہے، اسے شرمندگی اور بے عزتی حاصل ہونے والی ہے، کیوں کہ دل کی درستی، اس کی خوش بختی اور کامیابی تو اللہ پاک کی عبادت اور اسی سے مدد طلب کرنے میں ہے۔ جب کہ مخلوق کی عبادت اور اس سے مدد طلب کرنے پر تو دل کی بربادی، اس کی بد بختی اور دونوں جہان کا نقصان ہی اسے ہاتھ لگتا ہے[165]۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ کا قول برحق ہے:

ترجمہ: سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔

ستائیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل ہے ، اس کی ایک دلیل کفار کا اعتراف ہے ، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے، وہ کفار دوزخ میں جائیں گے، کیوں کہ ان کا اللہ کے علاوہ دوسرے کو پکارنا کوئی بھی کام نہ آسکے گا، ان سے متعلق فرمان باری تعالی ہے:

---

[165] إغاثة اللهفان: ٦٣-٦٤ مع اختصار

ترجمہ: وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔

اٹھائیسویں دلیل: قبروالوں کو پکارنا گویا اللہ بلند وبرتر کی صفت سمع اور صفت علم دونوں میں (ان) کو (اللہ کے) ہمسر قرار دینا ہے[166]۔ کیوں کہ مردے کو پکارنے والے بہت سارے گروہ ہوتے ہیں، ان کی زبانیں الگ الگ ہوتی ہیں، مختلف مطالبات ہوتے ہیں، الگ الگ جگہوں سے اور متعدد اوقات میں وہ پکارتے ہیں، اس لیے کہ اگر ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ وہ قریب وبعید سب کی سنتے ہیں، سارے لوگوں کی ضرورتوں سے آگاہ ہیں تو وہ کبھی بھی انہیں پکارتے ہی نہیں، اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تو گویا انہیں صفت سمع اور صفت علم میں اللہ تعالی کے مشابہ قرار دے رہے ہیں، جو کہ کفر ہے۔ امام بخاری کے شیخ نعیم بن حماد خزاعی[167] -رحمہما اللہ- فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی تو وہ کافر ہے، جو اللہ کے کسی وصف کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اللہ تعالی نے خود اپنایا اس کے رسول ﷺ نے جو باری تعالی کا وصف بیان فرمایا، اس جیسا کچھ بھی نہیں ہے[168]۔

---

[166] یعنی ان کے اور اللہ تعالی کے کاموں کو ایک جیسا قرار دینا (المعجم الوسیط)

[167] آپ امام علامہ، حافظ اور صاحب تصنیفات تھے، بہت سارے محدثین سے حدیث روایت کی، جن میں عبد اللہ بن مبارک بھی ہیں، آپ سے بھی بہت سارے محدثین نے حدیث روایت کی ہے، جن میں بخاری، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ شامل ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ علم کے سمندر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے متعلق دیکھیں: سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۵۹۵، اور تذکرۃ الحفاظ: ۲/۶

[168] اسے امام ذہبی نے اپنی کتاب "العلو" میں بیان کیا ہے اور "سیر أعلام النبلاء" (۱۰/۶۱۰) میں ایک دوسرے طریق سے اس کی تخریج فرمائی ہے، اسے کتاب "العرش" (۹۳-۹۴) میں بھی ذکر فرمایا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام لالکائی عبد الرحمن بن ابی حاتم سے نقل فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ[169] نے فرمایا: جس نے اللہ تعالی کی صفت بیان فرمائی اور اس کی صفات کو کسی مخلوق کے مشابہ قرار دیا اس نے عظمت والے اللہ کے ساتھ کفر کیا، کیوں کہ وہ صرف اسی کی صفات ہیں جن کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے، اس لیے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ ہے[170]۔ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالی کو صفت سمع اور صفت علم کے کمال میں منفرد و یکتا سمجھا جائے، کیوں کہ اللہ پاک کے جیسا کچھ بھی نہیں ہے، جیسا کہ اس نے خود کلام پاک میں بیان فرمایا ہے۔

اتنیسویں دلیل: مخلوقات آپس میں برابر نہیں ہیں تو اللہ بلند وبرتر کے ساتھ ان کی برابری کیسے ممکن ہو سکتی ہے، اللہ کی طرح کیسے ان سے کوئی چیز مانگی جا سکتی ہے ، اللہ کی طرح کیسے ان کی پناہ طلب کی جاسکتی ہے؟

اللہ تعالی یہ عقلی دلیل سورۃ النحل میں پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ: اللہ تعالی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے، جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالی ہی کے لیے سب تعریف ہے، بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے، اللہ تعالی ایک اور مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی، جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا، کیا یہ اور جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر، برابر ہو سکتے ہیں؟

---

[169] آپ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی ابو محمد بن راہویہ مروزی ہیں' ثقہ' حافظ اور مجتہد تھے' ۲۳۸ھ میں وفات ہوئی' سوانح کے لیے دیکھیں: السیر: (۱۱/۳۵۸)۔

[170] شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ۹۳۷

اللہ تعالی نے مذکورہ دو آیتوں میں دو مثال بیان فرمائی ہیں، پہلی مثال دوسرے کی ملکیت کے اس غلام کی جو کسی چیز پر قادر نہیں اور اس آزاد مالدار مالک کی ہے جو چھپے کھلے اپنا مال خرچ کرتا ہے، کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جواب ہے کہ بالکل نہیں، حالانکہ دونوں اللہ پاک کے بندے ہیں، دوسری مثال اس گونگے شخص کی ہے جو نہ سن سکتا ہے، نہ بول سکتا ہے وہ کسی چیز پر قدرت بھی نہیں رکھتا، یعنی اس کے پاس تھوڑا سا بھی مال نہیں، بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہو، وہ اپنا بھی خیال نہ رکھ سکتا ہو، اس کا مالک ہی اس کی خدمت کرتا ہو، کیا یہ شخص اور وہ شخص برابر ہو سکتے ہیں جو ہر اعتبار سے صحیح سالم ہو، وہ عدل کا حکم دیتا ہو اور خود وہ سیدھی راہ پر گامزن ہو، اس کی باتیں منصفانہ اور اعمال عادلانہ ہوں؟ جواب ہے کہ کبھی نہیں، چناں چہ جب یہ مخلوقات آپس میں برابر نہیں ہو سکتے تو انہیں خالق کے برابر قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ان سے بھی اللہ کی طرح حاجت طلبی کی جائے، ان کی پناہ طلب کی جائے جس طرح اللہ کی پناہ طلب کی جاتی ہے، ان کی صفات اللہ تعالی کی صفات اور ان کی قدرت اللہ تعالی کی قدرت کے برابر مانی جائے؟ یقینا اللہ تعالی ان سب سے بلند و بالا ہے۔ بعض مفسرین کا ماننا ہے کہ دوسری مثال اللہ تعالی اور معبودان باطلہ کی ہے، اللہ پاک نے ان معبودان باطلہ کو اس گونگا بندے سے تشبیہ دی ہے جو کسی بھی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنی مثال اس مالک سے دی ہے جو عدل کا حکم دے اور خود راہ راست پر ہو، دونوں باتیں درست اور مقصود کی وضاحت کرتی ہیں، یہ اللہ اور اس کی مخلوق کے مابین فرق کا بیان اور اس امر کی توضیح ہے کہ مخلوق چاہے وہ جو بھی ہو، کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ اللہ پاک نے دونوں مثالیں بیان فرمانے کے بعد فرمایا:

ترجمہ: زمینوں اور آسمانوں کا علمِ غیب اللہ تعالی ہی کو ہے۔

اس میں ان مشرکین کے لیے ڈانٹ وپھٹکار ہے جنہوں نے زمینوں اور آسمانوں کے عالم الغیب کو چھوڑ کر لوگوں کی ضرورتوں سے متعلق ناقص علم رکھنے والی مخلوق کی عبادت کی۔ خلاصہ یہ کہ زندوں کے آپس میں یکساں نہ ہونے سے اس بات پر استدلال ہے کہ وہ لولگانے اور پناہ حاصل کرنے کے معاملے میں اللہ تعالی کے برابر نہیں ہیں، اسی طرح زندوں اور مردوں کی عدم برابری سے استدلال یہ ہے کہ وہ لو لگانے اور پناہ حاصل کرنے کے معاملے میں اللہ تعالی کے برابر نہیں ہیں، گویامردوں سے حاجتیں طلب کرناسب سے بڑی بے وقوفی اورسب سے بڑاناحق امر ہے۔

تیسویں دلیل: غیر اللہ کوپکارنااس امر کو مستلزم ہے کہ اس سے متعلق دوسری عبادتیں مثلاخوف، چاہت،ڈر، امید اور خشوع وخضوع کو بھی غیر اللہ کی طرف پھیر دیاجائے، حالانکہ ان عبادتوں کو صرف اللہ تعالی کے لیے انجام دینے کا اللہ نے حکم دیا ہے، غیر اللہ کے لیے انہیں انجام دینا شرک ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے۔

اور فرمایا:

ترجمہ: اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔

اسی طرح دعا اللہ تعالی سے خوف کے ساتھ اس کے پاس موجود نعمتوں کی امید پر بھی مشتمل ہوتی ہے، اور یہ بھی ان عبادتوں میں شامل ہے جنہیں بجالانے کا باری تعالی نے حکم دیاہے اور بجالانے والوں کا ذکر خیر فرمایاہے، جیساکہ فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ: میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

چناں چہ ان عبادات کا دعا کو لازم ہونا اس امر پر دال ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالی کے لیے انجام دی جا سکتی ہے، کسی اور کے لیے اسے انجام دینا غلط اور باطل ہے۔

اکتیسویں دلیل: مخلوقوں کو پکارنا باطل ہے، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ انبیاء اور حق کی راہ پر چلتے ہوئے ان کی پیروی کرنے والے نیک لوگ[171] کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ کسی بھی قسم کی عبادت ان کے لیے انجام دیں، نہ ان کی زندگی میں اور نہ ان کی وفات کے بعد، نہ دعا، نہ استغاثہ، نہ ذبح، نہ نذر و نیاز اور نہ ہی سجدہ وغیرہ۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ جب شام سے واپس آئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے معاذ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں شام گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے پادریوں[172] اور سرداروں[173] کو سجدہ کرتے ہیں، تو میری دلی تمنا ہوئی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ایسا نہ کرنا، اس لیے کہ اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[174]"۔

---

171 نیک سے مراد وہ انسان جو اللہ تعالی کے فرمودات کو بجالانے والا اور اس کی منہیات سے باز رہنے والا ہو۔

172 (عربی میں اسے) أساقفه کہتے ہیں جو واحد ہے: أسقف کا' ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ۔ دیکھیں: لسان العرب

173 بطارقہ' واحد: بطریق' باء کے کسرہ کے ساتھ: عیسائی سردار کو کہا جاتا ہے' دیکھیں: لسان العرب اور المعجم الوسیط۔

174 اسے ابن ماجہ نے عبد اللہ بن اوفی سے روایت کیا ہے(۱۸۵۳)' حاکم(۴/۱۷۲) طبرانی نے الکبیر (۵/۲۰۸) میں روایت کیا ہے اور البانی نے کہا: حسن صحیح' دیکھیں: الصحیحۃ: ۱۲۰۳

نبی ﷺ کے سامنے کئی بار یہ عمل پیش آیا، آپ ﷺ ہر بار پوری شدت کے ساتھ اسے منع فرمادیتے تھے[175] ، انبیاء علیہم السلام اس بات کو ناپسند فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ان کی عبادت کرے، جیساکہ عیسی علیہ السلام سے متعلق نقل کرتے ہوئے باری تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالی فرمائے گا کہ اے عیسی بن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو! عیسی عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں، مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں، اگر میں نے کہا ہو گا تو تجھ کو اس کا علم ہو گا، تو تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا، تمام غیبوں کو جاننے والا تو ہی ہے۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب زنادقہ کو لایا گیا۔ جنہوں نے آپ کی محبت اور تعظیم میں غلو کرتے ہوئے عبادت کرنا شروع کر دیا تھا۔ تو انہیں آگ میں جلادینے کا حکم صادر فرمادیا[176]۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے علی رضی اللہ عنہ کے زنادقہ، جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت شروع کر دی تھی، کے اوپر اس

---

[175] دیکھیں: قیس بن سعد اور ابن بریدۃ عن أبیہ رضی اللہ عنہما سے مروی امام داری کی روایت 'کتاب الصلاۃ' باب النہی أن یسجد لأحد ' اسی طرح امام ترمذی کی روایت (١١٥٩) ' امام ترمذی کے علاوہ محدثین نے بھی اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ' امام البانی نے اسے "الإرواء" میں حسن قرار دیا ہے (٧/٥٤)۔

[176] دیکھیں: فتح الباری' شرح حدیث (٦٩٢٢) ' اس اثر کو ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے۔ ناشر: دار الفکر' بیروت (٤٢/٤٧٥) سوانح علی رضی اللہ عنہ - امام اصبہانی نے بھی اسے روایت کیا ہے: طبقات المحدثین باصبہان (٢/٣٤٢-٣٤٣) ' ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ' نیز دیکھیں: امام سمعانی کا قول: الأنساب (٥/٣٩٦) ناشر: دار الکتب العلمیۃ' النصیری کی جانب نسبت کے باب میں۔

کاروائی اور بعض ان احادیث جن میں بعض غلو کرنے والوں پر نبی ﷺ کے تردید وارد ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے انبیاء اور اولیاء کا طرز حیات اسی طرح رہا ہے۔ غلو اور ناجائز تعظیم پر قائم ودائم وہی رہتا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد چاہتا ہے، مثلاً فرعون وغیرہ۔ سربراہانِ ضلالت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ زمین پر تکبر کریں، فساد پھیلائیں، انبیاو صالحین کو آزمائش کا وسیلہ بنائیں، انہیں معبود مقرر کرلیں اور انہیں شریک ٹھہرائیں[177]۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس سے روایت نقل کیا ہے کہ ابو رافع قرظی کے پاس جس وقت نصاری اور یہودی علماء اکھٹے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو اس نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اسی طرح عبادت کریں جس طرح نصاری عیسی ابن مریم کی عبادت کرتے ہیں؟ اہل نجران میں سے ربیس نامی ایک نصرانی شخص نے کہا: آپ یہی چاہتے ہیں اے محمد! اور اسی کی دعوت دے رہے ہیں، یا ایسا ہی کچھ کہا اس شخص نے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں یا اس کی عبادت کا حکم دوں، اللہ پاک نے نہ مجھے اس مقصد سے بھیجا ہے، نہ اس کا حکم دیا ہے، اللہ عزیز وبرتر نے ان دونوں کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالی کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالی کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ، تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب، اور یہ نہیں

[177] مجموع الفتاوی: ۲۷/ ۸۱

(ہو سکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالینے کا حکم کرے، کیاوہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم دے گا[178]۔

بلکہ مخلوقوں کی عبادت سے خود ان کا مقام ومرتبہ گھٹتا ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں انہیں ان کے اصلی مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیا جاتا ہے۔ کیا آپ نے کسی شخص کو اپنے دوست سے یہ کہتے سنا ہے: تم بادشاہ ہو! اس سے اُس دوست کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اس کا مزاق اڑارہا ہے اور اس کا مقام ومرتبہ گھٹا رہا ہے، اسی طرح جو شخص نیک لوگوں کی عبادت کرتا ہے، درحقیقت وہ ان کی تحقیر وتذلیل کرتا ہے، تعظیم تو ان کی کررہا ہوتا ہے جن کی وہ اچھے امور میں پیروی کرتا ہے اور ان کے لئے دعائیں کرتا ہے، ان کی نہیں جنہیں وہ پکارتا ہے اور رب کے مقام تک پہنچاتا ہے، اللہ تعالی ان سب سے بہت بلند وبالا ہے۔

بتیسویں دلیل: رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اپنی تعریف وتکریم میں مبالغہ کرنے سے بھی روکا کرتے تھے، تو بھلا آپ انہیں کیا کہتے جو آپ کو یا آپ کے علاوہ کسی اور کو دعا میں اللہ تعالی کے شریک گردانتے ہیں؟!

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا تھا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: "مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسی ابن مریم کو نصاری نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں[179]۔

---

[178] (۵/ ۳۸۴) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اسے نقل فرمایا ہے۔

[179] بخاری (۳۴۴۵)

بلکہ نبی ﷺ تو اس سے معمولی چیز سے بھی منع فرماتے تھے، اگر اس میں غلو کا شائبہ بھی نظر آجاتا، آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی، صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی، تو آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا: "تم لوگ اس وقت وہ کام کر رہے تھے جو فارس وروم والے کیا کرتے ہیں، وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، حالانکہ بادشاہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اسی لیے تم لوگ آئندہ ایسا مت کرنا"[180]۔

چناں چہ اس حدیث میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ نبی ﷺ نے امام کے بیٹھنے کی صورت میں مقتدیوں کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا، حالانکہ ایسا کرنے سے ایک رکن ختم ہو رہا ہے، لیکن چوں کہ اس سے یہ مشابہت لازم آرہی تھی کہ کفار اپنے بادشاہوں کی تعظیم میں ایسا کیا کرتے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا، تو بھلا اس شخص کے لیے آپ ﷺ کا کیا حکم ہوتا جو کسی عبادت ہی کو کسی میت سے منسلک کر دے[181]۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص انہیں (یعنی صحابہ کو) رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا، کہتے ہیں: "(لیکن) وہ لوگ آپ کو دیکھ کر (ادب کے طور پر) کھڑے نہ ہوتے تھے، اس لیے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں"[182]۔

چناں چہ جب آپ ﷺ اپنی تعظیم میں لوگوں کو کھڑے ہونے سے روکتے تھے تو اس سے آپ کیا کہتے جو اللہ رب العالمین کی طرح آپ کو پکارتا ہے؟ عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں وفد بنی عامر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا، ہم نے کہا: آپ ہمارے آقا

---

180 مسلم (۹۲۸)

181 دیکھیں: الدرر السنیة: ۲/۴۷

182 ترمذی: (۲۷۵۴) اسے شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔

ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آقا تو برکت اور عظمت والا اللہ ہے، ہم نے کہا: آپ ہم میں سب سے بہتر اور سب سے سخی و بہادر ہیں[183]۔ آپ نے فرمایا: جو کہتے ہو کہو، یا اس میں سے کچھ کہو، (البتہ) شیطان تمھیں میرے سلسلے میں جری نہ کردے کہ تم ایسے کلمات کہہ بیٹھو جو میرے لیے زیبا نہ ہوں"[184]۔

مذکورہ احادیث میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ نبی ﷺ توحید کی پاسداری اور شرک کے سد باب کے لیے اپنے اندر موجود خصلتوں پر مشتمل تعریف و توصیف سے بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرمادیا، آپ ﷺ بنی آدم کے سردار ہیں، لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل ہیں، لیکن چوں کہ اس میں غلو کا اندیشہ تھا اس لیے آپ نے انہیں اس سے روک دیا اور اس عمل کا شمار ان میں سے کیا جن میں شیطان ابن آدم کو بے خوف بنادیتا ہے۔

وجہ استشہاد یہ ہے کہ جب مدحت نبی ﷺ میں مبالغہ شرعاً منع ہے تو آپ ﷺ کو پکارنا یا کسی اور کو پکارنا بدرجہ اولی منع ہے، کیوں کہ مخلوق کو پکارنا مدحت میں افراط سے بڑا غلو بلکہ غلو کا سب سے نمایاں مظہر ہے۔

تینتیسویں دلیل: مخلوق کو پکارنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ انبیاء و صالحین اور فرشتوں میں سے جنہیں بھی پکارا جاتا ہے، وہ خود اللہ کے بندے ہیں، نیک اعمال کے وسیلے سے اللہ تعالی کا تقرب تلاش کرتے ہیں، چناں چہ جو خود ایک بندہ ہو وہ یہ حق نہیں رکھتا کہ اس کی عبادت کی جائے یا کہ لوگ اس کی قربت حاصل کریں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

---

[183] اس حدیث کی شرح عون المعبود میں دیکھیں۔

[184] اسے ابوداود نے روایت کیا ہے (۴۸۰۶)، نسائی نے الکبری میں روایت کیا ہے (۱۰۰۷۶)، احمد (۴/۲۴-۲۵) اور بخاری نے الأدب المفرد میں (۲۱۱) روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ تعالی کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے کہ) تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔

یعنی وہ معبود ان جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو مثلا فرشتے، مسیح علیہ السلام، یا کوئی اور، وہ نیک عمل کے وسیلے سے اس کے تقرب کی تلاش میں رہتے ہیں، اور آپس میں مقابلہ کرتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون طاعت وعبادت کے ذریعے اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ (ویرجون رحمتہ) یعنی اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں جس طرح دوسرے اس کی امید رکھتے ہیں، (ویخافون عذابہ) یعنی اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں جس طرح دوسرے لوگ خوف کھاتے ہیں۔ (إن عذاب ربک کان محذورا) یعنی تیرے رب کا عذاب اس لائق ہے ہی کہ اس سے فرشتے، انبیاء وغیرہ سب ڈریں[185]۔

نبی ﷺ اس عقیدہ - کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں - پر بارہا زور دیتے تھے، آپ ﷺ اپنے خطبوں کا آغاز ہی اس سے فرماتے کہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں"۔ اللہ پاک نے بھی متعدد آیات میں آپ ﷺ کو اپنا بندہ بتلایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالی جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں لے گیا۔

---

185 زبدۃ التفسیر من کلام العلی القدیر میں مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔ قدرے تصرف کے ساتھ

اور فرمایا:

ترجمہ: پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ بندے کی بندگی نہیں کی جاتی، جیسا کہ رسول کی تکذیب نہیں کی جاسکتی، اور آپ ﷺ بندہ ہی تھے، اس طور پر آپ ﷺ سے مقام و مرتبہ میں کم تر درجہ رکھنے والے مردے اور صالحین کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟ واللہ اعلم!

چونتیسویں دلیل: جن انبیاء اور نیک لوگوں کو پکارا جاتا ہے وہ خود زندہ لوگوں کی دعا اور استغفار کے محتاج ہوتے ہیں، کیوں کہ مرنے والے انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ کا، دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرے نیک بخت بچے کا جو اس کے لیے دعا کرے[186]۔

محمد ﷺ جو کہ نبیوں میں سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک سب سے مقرب تھے، نے ہم سے اپنے لیے دعا کا مطالبہ کیا ہے، خواہ آپ زندہ رہیں کہ مر جائیں، آپ ﷺ کے لیے دعا کرنے سے مراد رحمت کی دعا کرنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر میرے اوپر درود بھیجو، اس لیے کہ جو شخص میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالی اس

---

186 صحیح مسلم (١٦٣١) راوی حدیث: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

پر دس بار اپنی رحمت نازل فرمائے گا، اس کے بعد اللہ تعالی سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالی کے ایک بندے کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملے گا، مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، جس شخص نے میرے لیے اللہ تعالی سے وسیلہ طلب کیا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی[187]۔

اسی طرح نبی ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم آپ ﷺ اور زمین وآسمان میں موجود ہر نیک بندہ کے لیے دعا کریں، جیسا کہ دعائے تشہد کے "التحیات" میں وارد ہے: "آپ پر اے نبی ﷺ سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو..."۔الحدیث

اسی طرح آخری تشہد میں آپ کا یہ فرمان: "اے اللہ! محمد ﷺ اور آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما..." الحدیث

نیز آپ ﷺ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ وہ مردے کے لیے عام حالتوں میں رحمت ومغفرت کی دعائیں کریں، اور بالخصوص نماز جنازہ اور تدفین کے بعد اس کا اہتمام کریں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی نماز جنازہ پڑھتے تو یہ دعا پڑھتے: "اے اللہ! ہمارے زندوں کو، ہمارے مردوں کو، ہمارے حاضر لوگوں کو، ہمارے غائب لوگوں کو، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ

---

187 صحیح مسلم (۳۸۴) راوی حدیث: عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو وفات دے تو ایمان پر وفات دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر"[188]۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے: اپنے بھائی کی مغفرت کی دعا مانگو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیوں کہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا[189]۔

چناں چہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ مردے کو زندوں کی ضرورت ہے تو یہ جائز نہیں کہ مردے سے دنیا یا آخرت کی کسی بھلائی کا سوال کیا جائے۔

پینتیسویں دلیل: مردے کو پکارنا باطل ہے، اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جس نے آپ سے کسی قسم کی دنیاوی چیز کا مطالبہ نہ کیا ہو، نیز اسے مطالبہ کرنے پر فضیلت بخشی ہے، بلکہ قدرت رکھنے کے باوجود جائز مطالبہ کرنے والوں میں سے بہت سارے کی مذمت بھی بیان فرمائی ہے اور انہیں لوگوں سے نہ مانگنے کی تعلیم دی ہے، تاکہ صرف اللہ تعالی ہی سے لو لگانے کی انہیں تربیت دے سکیں، چناں چہ اب جو شخص اپنی ان ضرورتوں کی تکمیل کے لیے جن پر صرف اللہ تعالی ہی قادر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا کسی اور کا قصد کرے، تو ایسے شخص کو کیا کہا جاسکتا ہے؟

شیخین نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا، پھر انہوں نے سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نوازا، یہاں

---

[188] ابو داود: (۳۲۰۱) ابن ماجہ (۱۴۹۸) امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کو "اللھم لا تحرمنا أجرہ..." کے اضافے کے بغیر ہی امام احمد نے روایت کیا ہے (مسند: ۳۶۸/۲) ترمذی: (۱۰۲۴)

[189] ابو داود (۳۲۲۱) راوی حدیث: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اسے امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔

تک کہ جو مال آپ ﷺ کے پاس تھا، وہ ختم ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس مال ودولت ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا، مگر جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ تعالی بھی اسے سوال کرنے سے محفوظ ہی رکھتا ہے۔ اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے تو اللہ تعالی اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص اپنے اوپر زور ڈال کر بھی صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی بھی اسے صبر واستقلال دے دیتا ہے اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور اس سے زیادہ بے پایا خیر وبھلائی نہیں ملی (صبر تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے)[190]۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فاقہ کا شکار ہو اور اس پر صبر نہ کرکے لوگوں سے بیان کرتا پھرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہو گا اور جو فاقہ کا شکار ہو اور اسے اللہ کے حوالے کرکے اس پر صبر سے کام لے تو قریب ہے کہ اللہ تعالی اسے دیر یا سویر روزی دے "[191]۔

عوف بن مالک اشجعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم ان دنوں حال فی الحال ہی بیعت کئے تھے، تو ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ سے بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور عرض کیا کہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں، اب کس بات کی بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات کی بیعت کہ تم سب اللہ

---

[190] بخاری (۱۴۶۹) اور مسلم (۱۰۵۳)

[191] ترمذی: (۲۳۲۶) ابو داود (۱۴۵۳) اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

کی عبادت کروگے، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراؤگے، اور نماز پنج گانہ ادا کروگے، اللہ کی فرماں برداری کروگے اور ایک بات چپکے سے کہی کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگو" تو میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا کہ ان کا کوڑا گر پڑتا تھا (یعنی اونٹ پر سے) تو کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ اٹھادے"[192]۔

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی لگام گر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور لگام اپنے ہاتھ میں لی، لوگوں نے آپ سے کہا: آپ نے ہمیں کیوں نہیں کہا کہ ہم اسے اٹھا دیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگوں "[193]۔

چھتیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بندہ جس قدر زیادہ توحید پرست، اللہ کے سامنے خاکساری کا اظہار کرنے والا ہوتا ہے، اتنا ہی وہ صاحب قدر و منزلت ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بندہ جتنا زیادہ عاجزی و خاکساری اور اللہ تعالی کے سامنے اپنی محتاجگی کا اظہار کرتا ہے، اتنا ہی زیادہ وہ اس کے نزدیک قربت حاصل کرنے والا اور عظمت و منزلت والا ہوتا ہے، مخلوقات میں سب سے عظیم وہ ہے جو اللہ کی سب سے زیادہ بندگی کرتا ہے، البتہ مخلوقات سے متعلق یہ کہاوت مشہور ہے: "آپ جس کے ضرورت مند ہوئے اس کے غلام، جس سے بے نیازی برتی اس کے ہم مثل اور جس کے ساتھ حسن سلوک کیے اس کے امیر بن جائیں گے"۔

---

192 مسلم (١٠٤٣)

193 احمد (١١:١) مسند کے محققوں نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

مخلوقات کے نزدیک بندہ سب سے زیادہ قدر ومنزلت والا تب تک رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی بھی طور پر ان کا محتاج نہ ہوا ہو، اگر ان سے بے نیازی برتتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو ان کے نزدیک سب سے عظیم بن جائیں گے، اور جب آپ ان کے محتاج ہوئے-خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو-توبقدر ضرورت آپ کا مقام ومرتبہ جاتا رہا۔ یہ اللہ تعالی کی حکمت ورحمت ہے تاکہ دین پورا کا پورا اللہ تعالی کے لیے ثابت ہو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے[194]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو یہ سوچ کر مخلوقات سے اپنا لو لگائے کہ وہ اس کی مدد کریں گے، اسے روزی دیں گے یا اسے سیدھی راہ دکھائیں گے، تو ایسے شخص کا دل ان کا اسیر ہو گیا اور اسی احساس کے بقدر اس کے اندر عبودیت داخل ہو گئی، اگرچہ وہ بظاہر ان کا سربراہ، منتظم اور مدبر ہی کیوں نہ ہو؟ عقل مند انسان کی نظر حقائق پر ہوتی ہے، ظواہر پر نہیں، جب شوہر کا دل بیوی پر جا ٹکتا ہے، اگرچہ یہ جائز ہے، تاہم اس کا دل بیوی کی قید میں آجاتا ہے، پھر وہ جس طرح چاہتی ہے، اس میں تصرف کرتی ہے اور اپنا حکم چلاتی ہے، حالاں کہ بظاہر وہ اس کا حاکم وسردار ہوتا ہے، کیوں کہ وہ اس کا شوہر ہے، لیکن در حقیقت وہ اس کا غلام اور قیدی ہو چکا ہوتا ہے، بالخصوص تب کہ جب وہ اسے اپنے بس میں کر لے او روہ اس کے پیار میں ڈوبا رہے ،وہ اس سے کسی بھی چیز کا بدلا نہ مانگے تو ایسی صورت میں وہ اسی پر حکم چلانے لگتی ہے کہ جیسے ظالم وجابر مالک اپنے اس غلام پر حکم چلاتا ہو جو نہایت مجبور ہو، اور جسے اپنی آزادی کی کوئی راہ نظر نہ آ رہی ہو، بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتی ہے، اس لیے کہ دل کا قید ہو جانا بدن کے قید ہونے سے کہیں بڑا معاملہ ہے اور دل کو غلام بنانا اس سے کہیں بڑی بات ہے۔ چوں کہ جس کا جسم قید میں ہو تو اسے اس وقت تک

---

194 مجموع الفتاوی: ۱/۳۹

کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ جب تک اس کا دل مطمئن ہو، وہ آزاد بھی ہو سکتا ہے، لیکن جس کا دل غلام بن جائے-دل ہی اصل مالک ہے- اور غیر اللہ کے سامنے خود کو جھکا دے تو دراصل یہی خالص قید وبند اور غلامی ہے، کیوں کہ عبودیت اور غلامی تو وہی ہے جسے دل مان لے[195]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آگے فرمایا: دل تمام تر مخلوقات سے صرف اس صورت میں بے نیاز ہو سکتا ہے کہ وہ اس اللہ کو اپنا کارساز مان لے کہ جس کے علاوہ وہ کسی اور کی عبادت نہ کرتا ہو، وہ اسی سے مدد طلب کرے، اسی پر بھروسہ کرے، اسی کی خوشی میں خوش ہو، اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو وہ ناپسند کرے، کسی کو کچھ دے تو اللہ ہی کے لیے دے، کسی کو نہ دے تو بھی اللہ ہی کے لیے، غرض کہ جس قدر وہ اپنے دین کو اللہ تعالی کے لے خالص کرے گا، اس کی عبودیت اور مخلوقات سے بے نیازی بھی اسی کے بقدر پایہ تکمیل کو پہنچے گی، اور جس قدر اللہ کے لیے اس کی عبودت کمال کو پہنچے گی، اللہ بھی اسے اسی کے بقدر تکبر اور شرک سے محفوظ رکھے گا[196]۔

درج بالا سطور سے عیاں ہو جاتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے بندہ دنیا وآخرت دونوں جہان میں صرف رسوائی ہی کماتا ہے، البتہ جو شخص صرف اللہ تعالی کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالی یقینا غلبہ والا ہے۔ چوں کہ اللہ تعالی نے دین اسلام کو اسی لیے اتارا کہ لوگوں کو انسان کی عبادت سے اللہ تعالی کی عبادت کی طرف لے جائے، انہیں مخلوق کی غلامی سے نکال کر خالق کی غلامی کی طرف لے جائے اور یہی حقیقی عزت کی بلندی اور چوٹی ہے، چناں چہ جس نے غیر اللہ کو پکارا اس نے خود کو رسوا کیا، اسے کوئی عزت نہیں ملے گی، نیز بروز قیامت وہ ہلاک وبرباد ہو جائے گا، جب اس کا معبود اس سے برائت کا اظہار کر دے گا، مگر جس نے اللہ تعالی کی عبادت کی، اس نے خود کو دنیا میں

---

[195] مجموع الفتاوی: ۱۰/۱۸۵-۱۸۶

[196] مجموع الفتاوی: ۱۰/۱۹۸

عزت بخشا اور آخرت میں بھی وہ کامیاب لوگوں میں شامل ہو گا، گویا ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالی ہی کے لیے خاص اور خالص کرنے سے ہی سعادت دارین حاصل ہو سکے گی، سچ فرمایا باری تعالی نے:

ترجمہ: جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالی ہی کی ساری عزت ہے[197]۔

صرف ایک اللہ کی عبادت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی بندے کے لیے کافی ہو جاتا ہے، بایں طور کہ بندہ جب اپنی عبادت میں خلوص وللّٰہیت پیدا کرتا ہے تو باری تعالی اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اسے برائیوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: کیا اللہ تعالی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟

چناں چہ عبودیت میں جوں جوں اضافہ ہو گا، اللہ تعالی کی جانب سے کفایت اور بچاؤ اسی کے بقدر حاصل ہو گی، جو شخص اپنی ضرورت لے کر اپنی ہی جیسی کسی مخلوق کے پاس پہنچتا ہے، وہ مسلسل ضرورت مند، فقیر اور در در بھٹکنے والا ہی رہتا ہے، اس کی چاہت پوری نہیں ہوتی، عرب کے لوگ جب کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے یا کسی ویرانے میں ٹھہرتے تو پریشانیوں سے بچنے کے لیے اس جگہ کے جن سردار کی پناہ طلب کرتے، جب جنوں نے ایسا دیکھا تو انہیں مزید ڈرانے اور دھمکانے لگے، جیسا کہ فرمان الہی ہے:

ترجمہ: بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

---

[197] سورہ فاطر:۱۰، امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں (اضواء البیان)

یہ اللہ تعالی کو ایک ماننے کی ایک واضح اور ٹھوس دلیل ہے تاکہ دین کو پورے طور پر اللہ تعالی کے لیے خالص کر دیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

سینتیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے تھے جو غیر اللہ کو پکارتے تھے خواہ ایسا کرنے والا کوئی قریب ترین ہی کیوں نہ ہوتا۔ ایسا انہوں نے اس لیے کیا تاکہ یہ بتلاسکیں کہ غیر اللہ کو پکارنا باطل اور ناپسندیدہ عمل ہے، چناں چہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا:

ترجمہ: میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالی کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہاہوں، صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

آیت مذکورہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے پہلے لوگوں کو، پھر ان کے معبودوں کو چھوڑنے کی بات کہی ہے، عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ: (دین ابراہیم سے وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہے) کی تفسیر میں فرمایا کہ: اللہ تعالی اس میں توحید پرستوں کے امام ابراہیم علیہ السلام کی ملت و دین کے مخالفین کفار و مشرکین کی بدعت اور شرک کی تردید فرمارہاہے، کیوں کہ آپ علیہ السلام نے خالص توحید باری تعالی کو اپنایا تھا، اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارا تھا، نہ اس کے ساتھ لمحہ بھر کے لیے شرک کیا تھا، بلکہ اللہ کے علاوہ تمام تر معبودوں سے برائت کا اظہار فرمایا تھا، اس سلسلے میں اپنی قوم کی مخالفت بھی مول لی تھی، یہاں تک کہ اپنے والد سے بھی برائت کا اظہار کر دیا تھا، چناں چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

ترجمہ: اے میری قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بے زار ہوں۔ میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اور اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔

مزید فرمایا:

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا، وہ صرف اس سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا، پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے، واقعی ابراہیم علیہ السلام بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: بے شک ابراہیم پیشوا اور اللہ تعالی کے فرمانبردار اور ایک طرفہ مخلص تھے، وہ مشرکوں میں سے نہ تھے، اللہ تعالی کی نعمتوں کے شکر گزار تھے، اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور انہیں راہ راست سمجھا دی تھی، ہم نے اسے دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیکو کاروں میں ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: (جو دین ابراہیمی سے بے رغبتی کرے گا۔) یعنی جو طریقہ ابراہیمی اور منہج ابراہیمی کی مخالفت کرے گا (وہ محض بے وقوف ہی ہو گا)، یعنی اپنی بے وقوفی، بد انتظامی اور حق کو چھوڑ کر گمراہی کو اختیار کر کے اپنے اوپر وہ ظلم کرنے والا ہو گا، کیوں کہ اس نے

ان کی راہ کی مخالفت کی ہے، جنہیں دنیا میں بچپن سے لیکر خلیل بنائے جانے تک ہدایت اور راست روی کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا، نیز وہ آخرت میں بھی نیک اور خوش بختوں میں سے ہوں گے، چناں چہ کوئی اگر ان کی راہ، مسلک اور دین کو چھوڑ کر ضلالت و گمراہی اختیار کرے تو اس سے بڑی بے وقوفی اور کیا ہو گی؟ یا یہ کہ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ انتہی[198]

اللہ تعالی نے مشرکین اور ان کے معبودان سے کنارہ کشی کو قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام سورۃ الکہف میں مفصلاً بیان فرمایا ہے، چناں چہ غار والوں کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم اسی غار میں جا بیٹھو۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا، یہی توحید کی حقیقت اور سچے ایمان کی نشانی ہے۔

نبی ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو ان تمام بتوں کو توڑ دیا جن کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جا رہی تھی، خواہ وہ خانہ کعبہ کے اندر تھے یا باہر۔ آپ ﷺ کے اس نقش قدم پر ائمہ ہدایت بھی چلے۔

اڑتیسویں دلیل: نعمت سے نوازنے والے کا یہ حق ہے کہ نعمتوں پر اس کا شکر بجالایا جائے، اور اللہ پاک کا شکر صرف اس کی خالص عبادت کے ذریعے ہی بجالایا جا سکتا ہے، ایسی عبادت کہ جس میں کوئی شریک نہ ہو، جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں[199]۔ چناں چہ جس نے غیر اللہ کی عبادت کی اس نے غیر اللہ کو شریک ٹھہرایا، اور اللہ

---

[198] تفسیر القرآن العظیم، سورۃ البقرۃ: ۱۳۰

[199] بخاری (۲۸۵۶) مسلم (۳۰)

تعالی کی نعمتوں کا انکار کیا، اللہ کے نبی یحی بن زکریا علیہ السلام نے ایسے مشرک جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، کی مثال اس غلام سے دی ہے جو کام کرتا ہو، مگر غلہ اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دیتا ہو، حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یحی بن زکریا علیہ السلام کے حوالے سے بیان فرمایاہے کہ آپ علیہ السلام نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ: ایسا شخص اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے خالص مال سونا یا چاندی سے ایک غلام خریدا، جو کام کرے مگر اپنا غلہ اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دے، تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام اس طرح ہو؟ یقیناً اللہ تعالی نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں روزی دی، چناں چہ تم سب اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک مت کرو[200]۔

انچالیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے اور اس کے کفریہ عمل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب کے بعض قبیلوں نے فریضہ زکاۃ کا انکار کر دیا تھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ارتداد کا اعلان فرما کر ان سے قتال کیا تھا، تو بھلا آپ رضی اللہ عنہ کا اس شخص کے خلاف کیسا برتاؤ ہوتا جو اصل اور خالص عبادت -یعنی دعا- کو غیر اللہ کے لیے جائز قرار دیتا ہو۔ چناں چہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ (خلیفہ) ہوئے[201] اور عرب کے کئی قبائل مرتد ہو گئے (اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنا چاہا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کریں گے جب کہ نبی ﷺ نے یہ فرمایا

---

200 مسند طیالسی (۱۱۴۱) مسند احمد (۴/۱۳۰) ترمذی (۲۸۶۳) امام ترمذی نے کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، مسند ابو یعلی: (۱۵۷۱) صحیح ابن حبان (۶۲۳۳) وغیرہم۔

201 یعنی مسلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے۔

تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، چناں چہ جو شخص اقرار کرلے تو میری طرف سے اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہے، البتہ کسی حق کے بدلے ہو تو وہ اور بات ہے (مثلاً کسی کا مال مارلے یا کسی کا خون کرے)۔ اب اس کے باقی اعمال کا حساب اللہ کے حوالے ہے، لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! میں تو اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکاۃ میں فرق کیا ہے، کیوں کہ زکاۃ مال کا حق ہے، واللہ! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی دینے سے رکیں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تو میں ان سے ان کے انکار پر بھی جنگ کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے غور کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں لڑائی کی تجویز ڈالی ہے تو میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں"[202]۔

[202] صحیح بخاری: (۱۳۹۹، ۱۴۰۰)

اسی لیے شیخ محمد بن عبد الوہاب[203] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب زکاۃ نہ دینا لا الہ الا اللہ کی حق تلفی ہے تو قبروں کی عبادت کرنا، جنوں کے لیے جانور ذبح کرنا اور اولیاء وغیرہ کو پکارنا کیا کہلائے گا جو کہ مشرکین کا شیوہ ہے[204]۔

چالیسویں دلیل: مردے کو پکارنا اور اس کا قصد کرنا انبیاء کی قبروں کو صرف مساجد بنانے سے کہیں زیادہ سنگین امر ہے، نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ -بلکہ بکثرت وارد ہے- کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو انبیاء کی قبروں کو مساجد بناتے ہیں یعنی ان کے پاس نماز ادا کرتے ہیں، حالاں کہ پکارتے اللہ تعالی ہی کو ہیں، چناں چہ جو شخص انہیں مساجد بنائے، جن میں اللہ تعالی کے لیے نماز پڑھے اور اسی کو پکارے، پھر بھی وہ ملعون قرار پائے، تو جو شخص غیر اللہ کو پکارنے کے لیے ان قبروں کا رخ کرے اور وہاں غیر اللہ کے لیے سر جھکائے اور دل میں خشوع وخضوع پیدا

---

[203] شیخ محمد کا شمار مجددین میں ہوتا ہے' بارہویں صدی ہجری میں جزیرۃ العرب کے اندر جب اسلامی شعائر کے نام ونشان مٹ چکے تھے تو اللہ تعالی نے وہاں دین کا احیاء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہی کیا' جو کہ آج ہمارے سامنے موجود ہے' اللہ نے آپ کی ذات اور تالیفات سے امت کو فائدہ بخشا' عقیدہ کے باب میں آپ کے کلام آپ کی کتابوں میں ثبت ہیں' آپ کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں' جب کہ وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی' آپ رحمۃ اللہ کے بعد جزیرۃ العرب میں اب تک جتنے بھی علماء پیدا ہوئے وہ سب کے سب آپ کے خوشہ چیں رہے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے لیے ملاحظہ فرمائیں: علماء نجد خلال ثمانیۃ قرون' از: شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن البسام' اور شیخ ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ العبود کی کتاب: عقیدۃ الشیخ محمد بن عبد الوہاب السلفیۃ لازماً پڑھیں' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مفصل سوانح آپ کے پڑپوتے عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ نے بھی تحریر فرمائی ہے جو کہ "مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیۃ " (۳/۳۷۸-۴۲۹) میں موجود ہے' نیز الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ : (۱/۲/۳۷۲-۴۳۹) میں بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

[204] ملاحظہ فرمائیں : الدرر السنیۃ: ۲/۴۷

کرے تو ایسا شخص زیادہ لعنت کا مستحق ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا درست نہیں ہے، باطل ہے[205]۔

اکتالیسویں دلیل: ایک غلام کے انیک مالک ہوں، یہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ سرداروں کے اوامر ونواہی مختلف ہو سکتے ہیں، تو پھر بدرجہ اولی یہ نہیں ہو سکتا کہ بندہ کے ایک سے زائد معبود ہوں، جن کی وہ عبادت کرے، فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ: اللہ تعالی مثال بیان فرمارہا ہے ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضد رکھنے والے ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں۔

یعنی کیا وہ بندہ جس کا ایک ہی مالک ہو اور وہ جس کے کئی ایک مالک ہوں، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے معبودان باطلہ کو شریک ٹھہرانے والا مشرک اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا مخلص مومن بندہ یکساں نہیں ہو سکتے، کہاں یہ اور کہاں وہ؟! چوں کہ یہ ایک نہایت واضح اور عیاں مثال ہے، اس لیے اللہ تعالی نے آگے فرمایا:

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

یعنی ہر شرک کرنے والے کے خلاف حجت قائم کرنے پر سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

یعنی جان کاری نہ ہونے کے باعث شرک کے دلدل میں پھنس گئے[206]۔

بیالیسویں دلیل: جب انسان اپنے تعلق سے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی غلام اس کی ملکیت میں شریک وساجھی ہو، تو بھلا اللہ کے لیے کیسے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کوئی بندہ

---

205 منقول از: الرد علی الإخنائی ' از: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ۴٦٦' معمولی تصرف کے ساتھ۔

206 بعض تصرفات کے ساتھ: تفسیر ابن کثیر' سورۃ الزمر: ۲۹

اس کے خالص حق میں شریک ہو جائے، وہ حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت وبندگی کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

ترجمہ: خبردار اللہ تعالی ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالی ہی نے تم سے ایک دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے، پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے ماتحت غلاموں کو نہیں دیتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں۔

مزید اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر کے درجے کے ہوں؟

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایک شنیع ترین ظلم ہے کہ بندہ اپنے مالک کا حق کسی دوسرے کو دے دے، یا اس حق میں اپنے اور اپنے مالک کے مابین کسی کو ساجھی بنائے، بطور خاص اس وقت جب کہ وہ شخص جس کو وہ اللہ کے حق میں شریک ٹھہرائے، وہ اس کا غلام ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی ہے، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہوں اور تم ان کا ایسا خطرہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا۔ ہم عقل رکھنے والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں۔

جب تم میں سے کسی کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا غلام اس کے رزق میں اس کا شریک ہو، تو تم کیسے میرے بندے کو ایسے معاملے میں میرا ساجھی ٹھہراتے ہو جس میں میں منفرد ہوں، اور وہ عبادت وبندگی کا حق ہے جو میرے سوا کسی کے لیے لائق اور درست نہیں۔

جس شخص کے اندر اس طرح کا زعم ہو گا وہ میری کما حقہ قدر اور تعظیم نہیں کر سکے گا اور نہ ہی وہ ان چیزوں میں مجھے یکتا و منفرد مان سکے گا جس میں مَیں مخلوقات سے منفرد ہوں۔

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرے وہ اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بزدل ہے طلب کرنے والا اور بڑا بزدل ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے، انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں اور اللہ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب وزبردست ہے[207]۔

"یہ اس راز کی طرف باریک اشارہ ہے جس کی وجہ سے شرک اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے، توبہ کے بغیر جس کی بخشش ممکن نہیں، یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہمیشگی کے عذاب کو واجب ٹھہراتا ہے، صرف اس کی ممانعت ہی اس کی حرمت اور قباحت کی وجہ نہیں ہے بلکہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں کے لیے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کو مشروع قرار دے جس طرح یہ محال ہے کہ (وہ ایسی صفت سے متصف ہو) جو اس کی کامل صفتوں اور جلیل الشان خصلتوں کے

---

[207] الداء والدواء: ص ۲۱۲-۲۱۳ (معمولی تبدیلی کے ساتھ) مذکورہ آیت کی تفسیر کے تعلق سے (أضواء البیان) کے اندر امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ملاحظہ کریں۔

بر عکس ہو، اب بھلا جو ذات الوہیت، ربوبیت اور عظمت و جلال میں منفرد اور تنہا ہو اس کے تعلق سے یہ وہم و گمان کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس باب میں اپنے ساتھ کسی دوسرے کی شرکت کی اجازت دے دے یا پھر اس سے راضی ہو جائے، اللہ اس سے بہت زیادہ بلند و برتر ہے "[208]۔

تینتالیسویں دلیل: دلوں کی درستگی تمام عبادات بالخصوص دعاء میں اللہ کو ایک جاننے اور سمجھنے میں ہے، جب دل کا تعلق غیر اللہ سے استوار ہو جاتا اور شرعی حد سے بڑھ کر اس سے محبت کرنے لگتا ہے تو یہ چیز نقصاندہ اور ضرر رساں ثابت ہو جاتی ہے، ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ[209] (جامع العلوم والحکم) کے اندر فرماتے ہیں[210]: "دلوں کی صالحیت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ دلوں میں اللہ کی معرفت، اس کی عظمت و محبت، اس کی خشیت و ہیبت اور اس سے امید و توکل رچ بس نہ جائیں اور وہ ان تمام چیزوں سے لبریز نہ ہو جائیں۔ یہی ہے توحید کی حقیقت، اور یہی "لا الہ الا اللہ " کہنے کا معنی و مطلب ہے، دلوں کی اصلاح تب ہی ہو سکتی ہے جب دلوں کے اندر اس بات کا

---

[208] (الداء والدواء: ۲۱۷-۲۱۹' اسی طرح کا قول شیخ عبد الرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "السیف المسلول علی عابد الرسول" :۳۳-۳۴ میں لکھی ہے۔

[209] آپ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد بغدادی دمشقی ہیں جو ابن رجب حنبلی سے معروف ہیں، آپ شام کے بے مثال علمائے کرام میں سے ایک ہیں، آپ نے آٹھویں صدی ہجری میں زندگی گذر بسر کیا، آپ کے اساتذہ کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے، جن میں ابن القیم اور ابن عبد الہادی رحمہا اللہ بھی ہیں، آپ نے حدیث وفقہ کے باب میں نمایاں کارنامہ انجام دیا، آپ نے حنبلی مذہب اختیار کیا، آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں جن میں مشہور و معروف (فتح الباري شرح صحیح البخاري، القواعد الفقهية، شرح علل الترمذي، جامع العلوم والحكم، ذيل طبقات الحنابلة) سر فہرست ہیں، چند اسکالرس نے آپ کے مختلف مقالے کو ایک مجموعہ میں اکھٹا کر دیا ہے جو پانچ جلدوں پر محیط ہے، جسے دار الفاروق الحدیثة' مصر نے نشر کیا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (إنباء الغمر) میں، اور ابن العماد نے (شذرات الذھب) کے اندر آپ کی سوانح کو ذکر کیا ہے، ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دمشق میں ۷۹۵ھ کو ہوئی۔

[210] (چھٹی حدیث کی شرح میں)۔

احساس آجائے کہ اس کا معبود جس کی وہ بندگی بجالاتا ہے، جس سے وہ آشنا ہے اور محبت کرتا اور خوف کھاتا ہے وہ صرف اور صرف اللہ ہے جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں، اگر آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ کوئی ایسا معبود ہوتا جس کی عبادت کی جاتی تو یقین جانیں اس (عبادت کی وجہ سے) آسمان وزمین میں فساد وبیگاڑ پیدا ہو جاتی، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالی کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عالم علوی اور سفلی دونوں کی بہتری کا راز اس میں ہے کہ ان کے مکینوں کے تمام حرکات وسکنات اللہ کی خاطر ہوں، جسمانی حرکت ونشاط دل کے ارادے اور حرکات کے تابع ہوتے ہیں، اگر دل کی حرکت اور اس کا ارادہ صرف اور صرف اللہ کے لیے ہو جائے تو دل کے ساتھ ساتھ تمام جسمانی حرکات ونشاط بھی درست ہو جائیں گے، لیکن اگر دل کی حرکت اور ارادے غیر اللہ کی خاطر ہو جائیں تو دلی نشاط کی خرابی کے بقدر جسمانی سرگرمی کی بگاڑ لازمی ویقینی ہے"۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بندے کا غیر اللہ سے تعلق اس کے حق میں اس وقت نقصاندہ ثابت ہوتا ہے جب اس کے تعلق کا پیمانہ اس کی ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے، اور اس تعلق کے پیچھے اللہ کی بندگی بجالانے میں مدد حاصل کرنا مقصود نہ ہو، عین اسی طرح جس طرح جب خوردونوش ، نکاح اور لباس وپوشاک ضرورت سے زائد ہو جائیں تو یہ چیزیں ضرررساں ہو جاتی ہیں، اللہ کے سوا وہ چاہے جس سے بھی محبت کرلے، اس کا اس سے چھن جانا اور دور ہونا یقینی ہے، اگر اس سے اللہ کے سوا کسی اور کے لیے محبت کرے تو اس کی محبت ضرور اس کے حق میں ضرررساں ثابت

ہو گی اور اسے اس کے محبوب کے ذریعہ یا تو دنیا میں یا آخرت میں عذاب وعقاب سے دوچار کیا جائے گا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ (ایسے شخص کو) دونوں جہان میں سزادی جاتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجئے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس دن ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔

مزید اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: پس آپ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں، اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں سزادے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔

چوالیسویں دلیل: مخلوق سے دعا کرنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایسا کرنے والوں کو اپنے عمل پر نہ تو خود اعتماد ہوتا ہے، نہ اطمینان اور نہ ہی وہ اس پر ثابت قدم رہ پاتے ہیں، چناں چہ وہ مختلف معبودوں کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں، کبھی ایک مردہ کو پکارتے ہیں، تو کبھی دوسرے مردہ کو ، جب کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خوش حالی و فراخی میں تو غیر اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو صرف ایک اللہ کے لیے دعا کو خالص رکھتے ہیں، اور اپنے آقاؤں اور معبودوں کو فراموش کر دیتے ہیں، بالکل عہد رفتہ کے ان مشرکوں کی طرح جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

ترجمہ: جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

وہ اس نفسیاتی فریب کو محسوس کرنے کے باوجود غیر اللہ کو پکارنے سے باز نہیں آتے، اس کے پیچھے تقلید (کا جمود)، سخت حاجت اور عظیم اللہ سے کمزور تعلق جیسے اسباب کارفرما ہوتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ اگر ایسا بے کس اور مجبور انسان کمزور ایمان والا ہو یا ایمان سے بالکلیہ ہی محروم ہو، تو وہ صرف اپنی ضرورت پوری کرنے کے بارے میں سوچتا ہے، خواہ شرعی طریقے سے ہو یا شرکیہ طریقے سے!

مختلف معبودوں کے درمیان اس طرح گردش کرنا اور ان کے در کی خاک چھانتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عبادت باطل اور بے بنیاد ہے، جب کہ وہ شخص جو ہمیشہ اللہ کے لیے عبادت اور دعا کو خالص رکھتا ہے، وہ اس طرح کی بے کلی کا شکار نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے عمل پر مطمئن رہتا ہے، اگر اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے تو الحمد للہ اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے، اور اگر یہ مراد پوری نہیں ہوتی تو اللہ اس کے لیے اخروی بدلا تیار رکھتا ہے، یا دنیا میں اس کی کوئی آفت و مصیبت ٹال دیتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جو مسلمان بھی کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ اور رشتہ توڑنے کی بات نہیں ہوتی، تو اللہ اسے تین میں سے کوئی ایک چیز نواز تا ہے: یا تو اس کی دعا (دنیا میں) ہی قبول ہو جاتی ہے، یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیتا ہے، یا اسی کے مثل (دنیا کی) کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: تب تو ہم کثرت سے دعا کیا کریں۔ آپ نے فرمایا: اللہ سب سے زیادہ (نوازنے والا ہے)"[211]۔

تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہے جس نے نعمتِ توحید کی ہدایت دی۔

---

[211] احمد (۱۸/۳)، بخاری نے: "الأدب المفرد": ۷۱۰ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، "مسند أحمد" کے محققین نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

شیخ محمد امین مختار شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (وإذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون إلا إیاہ): اللہ بلند وبرتر نے ان آیات کریمہ کے اندر یہ بیان فرمایا ہے کہ کافروں کو جب سمندر میں مصیبت پہنچتی یعنی تیز وتند ہوا چلتی اور پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی سمندر کی موجیں انہیں ڈھانک لیتیں اور انہیں یقین ہو جاتا کہ اس سے اب نجات نہیں مل سکتی، تو ان (کے ذہن سے) بٹھک جاتا، یعنی اس وقت ان کے ذہن وخیال سے ان تمام معبودوں کا خیال غائب ہو جاتا جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے، چناں چہ اس وقت وہ صرف اللہ عزیز وبرتر کو پکارتے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس مصیبت اور دیگر مصیبتوں سے اللہ عزیز وبرتر کے سوا کوئی اور نہیں بچا سکتا، اس لیے وہ اس وقت جب سمندر کی ہولناکی انہیں چاروں طرف سے گھیر لیتی تو وہ عبادت اور دعا کو صرف ایک اللہ کے لیے خالص کرتے، جب اللہ انہیں نجات عطا کرتا اور ان کی مصیبت دور کر دیتا اور وہ خشکی پر پہنچ جاتے تو اپنی روش کے مطابق کفر کی حالت میں لوٹ جاتے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ترجمہ: پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جو معنی ذکر کیا گیا ہے، اسے اللہ عزیز وبرتر نے بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے....

نیز اللہ نے اسی مقام پر جس کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں، کافروں کی کم عقلی کو بھی بیان کیا ہے کہ جب وہ خشکی پر پہنچ جاتے اور سمندر کی ہولناکی سے نجات پا لیتے تو اپنے کفر کی طرف لوٹ جاتے اور اللہ کے عذاب سے (خود کو) مامون سمجھنے لگتے، جب کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ خشکی میں پہنچنے کے بعد بھی سمندر کے ساحل پر انہیں زمیں دوز کر دے، زمین انہیں نگل لے، یا ان پر

آسمان سے پتھر برسا کر انہیں ہلاک کر دے، یا انہیں دوبارہ سمندر میں ڈال دے تا کہ اس کی متلاطم موجیں انہیں غرق آب کر دیں، جیسا کہ اللہ نے خشکی پر پہنچنے کے بعد ان کی بے خوفی اور کفر کی نکیر کرتے ہوئے یہاں فرمایا:

ترجمہ: کیا تم اس سے بے خوف ہوگئے ہو کہ تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین) میں دھنسا دے یا تم پر پتھروں کی آندھی بھیج دے۔

اس سے مراد وہ بارش یا ہوا ہے جس میں پتھر بھی ہو۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: کیا تم اس بات سے بے خوف ہوگئے ہو کہ اللہ تعالی پھر تمہیں دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے۔

یعنی تمہارے کفر کی پاداش میں۔

پینتالیسویں دلیل: اللہ کے علاوہ عبادت گزار جس معبود سے بھی محبت کرتا ہے، اس سے اس کی محبت وقتی ہوتی ہے، وہ جیسے ہی دوسرے معبودوں کی طرف منتقل ہوتا ہے تو فوراً ہی اس کی پرانی محبت ختم ہو جاتی ہے، یا وہ معبود فنا اور ہلاکت کے شکار ہو جاتے ہیں، جب کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ہمیشہ اللہ سے ہی محبت رکھتا ہے، بلکہ مصائب و مشکلات کے وقت اور ان کے بعد بھی اللہ سے اس کی محبت اور تعلق داری مزید بڑھ جاتی ہے، جو کہ توحید کی اور اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیشہ تمام تر عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہی خالص رکھی جائیں۔

ترجمہ: آپ کہئے کہ اپنا حال تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، اگر تم سچے ہو- بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم

پکاروگے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤگے۔

جہاں تک اللہ کو چھوڑ کر قبر والوں اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے مانگنے کی بات ہے تو اس فریاد سے حقیر و معمولی چیز کا حصول ہی ممکن ہے، جسے وہ جن وشیاطین انجام دیتے ہیں جو قبر کے پاس اس پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں، اس کے بعد وہ اس کا جواب دیتے اور اسے مخاطب کرتے ہیں تا کہ اسے گمراہی میں ڈال دے اور تا کہ اس پکارنے والے کو لگے کہ واقعی صاحبِ قبر ہی اس کی پکار کا جواب دے رہا ہے، یا پھر وہ یہ سمجھ سکے کہ یہ صاحبِ قبر اس کے لئے اللہ کے پاس واسطہ کا کام کر رہا ہے، تا کہ اللہ اس کی فریاد کو پوری سکے۔

بلکہ بسا اوقات تو اللہ اپنے لاچار بندہ کی دعا کے سبب کچھ ایسا رونما کر دیتا ہے جو عام حالات کے بر خلاف ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ انہیں اولاد سے نوازے، حالانکہ حضرت زکریا علیہ السلام عمر داز تھے اور آپ کی اہلیہ بانجھ اور بچہ جننے کے قابل نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود بھی اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ[212] میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس پر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، جب وہ کسی راستے میں تھے تو انہیں سخت گرمی لاحق ہوئی، جس کی وجہ سے وہ پریشان ہوئے اور ان کے چوپائے بھی پریشانی سے دوچار ہوگئے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ سے بارش کی دعا کی، دیکھتے ہی دیکھتے بادل امنڈ پڑے اور ان پر بارش برسنے لگی یہاں تک تالاب اور گھاٹیاں بھر گئیں، جب وہ دشمن کے قریب

[212] باب قدوم ضمام بن ثعلبہ: ۶/ ۵۲

ہوئے ت–تو انہیں وہاں پہنچنے کے لیے سمندری خلیج کو پار کرکے جزیرہ پر پہنچنا تھا– چناں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیج پر ٹھہر کر یہ پکار لگائی: (اے بلند وبالا، اے عظیم وبرتر، اے حلیم وبردبار، اے سخی وکریم) پھر فرمایا: (اللہ کا نام لے کر سمندر پار کرو) حضرت انس فرماتے ہیں: ہم نے سمندر پار کرلیا اور پانی ہمارے چوپایوں کے کھر کو بھی نہیں لگا، ہم پوشیدگی کے ساتھ (اچانک) دشمن پر حملہ آور ہوئے، انہیں قتل کیا، انہیں قیدی بنایا اور ان کی لونڈیوں اور بچیوں کو قید کیا، پھر ہم خلیج پر لوٹے تو حضرت عمر نے وہی دعا دہرائی، اس بار بھی ہم نے سمندر پار کیا اور پانی کا ایک قطرہ بھی ہمارے جانور کے کھر کو نہیں لگ سکا۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ دلائل وبراہین جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ صرف اللہ تعالی ہی دعا کا مستحق ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ: بڑے امور کی انجام دہی اور خرق عادات وکرامات کا حصول صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی دعا سے ممکن ہے۔

سینتالیسویں دلیل: جو لوگ صاحب قبر کو پکارتے ہیں، بہت کم ہی ان کی پکار قبول ہوتی ہے، بلکہ اکثر رد کردی جاتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ جو ذات ان کی پکار کا جواب دیتی ہے وہ صرف اللہ ہی ہے، اللہ ان کی آزمائش اور مہلت کے لیے کبھی کبھی ان کی دعا قبول کرتا ہے، تاکہ وہ گمراہی میں ڈوبتے چلے جائیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں پہلی مرتبہ اللہ کو پکارنے سے روگردانی کرنے پر سزا دی جائے۔

سب سے بہتر تدبیر کرنے والا اللہ ہے، اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے، اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ سب سے زیادہ مستحکم تدبیر کرنے والا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ہم ان کو بتدریج (گرفت میں) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر بھی نہیں، میں ان کو مہلت دیتا ہوں بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

جہاں تک توحید پرست لوگوں کی بات ہے جو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں، تو اللہ ان کی یکے بعد دیگرے دعا قبول کرتا اور ان میں سے کسی کی دعا جب رد ہوتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی رکاوٹ کارفرما ہوتی ہے، یہ بھی توحید کی ایک دلیل ہے، تاکہ دعا جیسی عبادت صرف اللہ ہی کے لئے بجالائی جائے۔

اڑتالیسویں دلیل: غیر اللہ کو پکارنا باطل اور بے بنیاد ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بعض کفار قبرپرستوں کے اس عمل پر حیرت اور اس کی نکیر کرتے تھے کہ وہ قبروں پر جا کر ان میں مدفون لوگوں کو پکارتے اور ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں، شیخ عبدالرحمان بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " بہت سے یہود و نصاری اسلام کا دعوی کرنے والوں کے (ان خرافاتی) اعمال کی عیب جوئی کرتے تھے جو ان قبروں کے پاس انجام دیے جاتے ہیں، اور کہا کرتے تھے کہ: اگر تمہارے نبی نے اس کا حکم دیا ہے تو وہ نبی نہیں ہیں، اور اگر انہوں نے تمہیں ان سب چیزوں سے روکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ان کی نافرمانی کر رہے ہو، حالانکہ عوام و خواص بلکہ یہود و نصاری اور مشرکین بھی اس بات سے واقف تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس لیے مبعوث کیا گیا کہ آپ ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں اور اسے کفر قرار دیں۔

امریکی مصنف (لوثروب ستودارد) جو ان مستشرق مؤرخین میں سے ہیں جنہوں نے اٹھارویں صدی میں اسلامی دنیا کے اندر قبرپرستی اور اس کی طرف سفر کرنے کے رواج کو بیان کیا ہے، وہ اسلامی دنیا کی سیاسی اور اجتماعی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: جب دین پر کالا پردہ پڑ گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائی ہوئی اللہ کی وحدانیت پر خرافات اور صوفیت کا لبادہ ڈال دیا گیا، مسجدیں

نمازیوں سے خالی ہوگئیں، دعوی کرنے والے جہلاء کی تعداد بڑھ گئی اور فقراء ومساکین کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگیا، یہ ایسے لوگ ہیں جو ایک جگہ سے دوسری سفر کرتے، اپنی گردنوں میں تعویذ گنڈے اور تسبیح کے ہار لٹکائے پھرتے تھے، باطل اور مشتبہ چیزوں میں لوگوں کو مبتلا کردیتے، اولیاء کی قبروں کی زیارت کی رغبت دلاتے، مدفون حضرات سے شفاعت کی درخواست وگزارش کو لوگوں کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے، قرآن کی فضیلت وعظمت لوگوں سے اوجھل ہوگئیں، نتیجے میں شراب نوشی اور نشہ آور چیزیں عام ہوگئیں، غیر اخلاقی امور کارواج عام ہوگیا، بغیر کسی خوف اور شرمندگی کے محرمات کی پامالی ہونے لگی، مجملہ طور پر یہ سمجھ لیں کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں میں بدل دیا گیا، اور ایسے گرے کہ کہیں قرار نہ مل سکا۔اگر اس وقت دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی روئے زمین پر آمد ہوتی اوراسلام کی بدلی ہوئی شکل دیکھ لیتے تو آپ غضبناک ہوجاتے اور مسلمانوں میں سے لعنت کے مستحق شخص کو اسی طرح لعن طعن کرتے جس طرح مرتد اور صنم پرست لوگوں کی لعنت کی جاتی ہے"۔[213]

شیخ عبد اللہ ابابطین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"کئی ایک یہودیوں سے ہم نے یہ سنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ان اعمال کی عیب جوئی کرتے ہیں جو ان قبروں کے پاس انجام دیے جاتے ہیں [214] وہ کہا کرتے تھے کہ: اگر تمہارے نبی نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے تو وہ نبی نہیں ہیں اور اگر انہوں نے ان چیزوں سے روکا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تم ان کی نافرمانی کررہے ہو۔

سبحان اللہ کتنی عجیب بات ہے!!!

---

[213] حاضر العالم الإسلامی:۱/۲۵۹-۲۶۰ معمولی اختصار کے ساتھ

[214] یعنی ان قبروں پر غیر اللہ کے لیے جو عبادتیں انجام دی جاتی ہیں' جیسے خضوع وخشوع' دعاومناجات' نذرونیاز اور اس کے مختلف گوشوں کا بوسہ لینا۔

یہود اس طرح کے شرکیہ امور کی نکیر کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کوئی نبی اسے مشروع نہیں ٹھہرا سکتا، جبکہ اس زمانے کے بہت سے علماء ان چیزوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس تعلق سے غلط شک وشبہ پیدا کرتے اور اس کے منکِر کی نکیر کرتے ہیں[215]۔

[215] الانتصار لحزب اللہ الموحدین والرد علی المجادل عن المشرکین: ۴۰، ناشر: دار ابن الجوزی-دمام

انچاسویں دلیل: غیر اللہ سے دعا کرنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قبروں اور مزاروں کی تعظیم سے امت اسلامیہ پر زمین میں بسنے سے متعلق اہم معاملات میں برے اثرات مرتب ہوئے ہیں، وہ معاملات جن کا حکم اللہ نے اپنے اس فرمان میں دیا ہے:

ترجمہ: اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے۔

نیز فرمایا:

ترجمہ: وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو)، اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے۔

اس دلیل کی وضاحت یہ ہے کہ ایسے معاشرے میں طبی علوم سے لوگوں کی رغبت کم ہو گئی ہے جن معاشروں میں غیر اللہ سے تعلق داری کا رواج ہو رہا ہے، کیوں کہ وہ اسی کو حقیقی طب سمجھنے لگے ہیں کہ مُردوں سے شفاء طلب کی جائے، ایسی چیز سے ان کی قربت حاصل کر کے جو اللہ کے خصائص میں سے ہے، ان سے دعا کر کے، ان کے نام پر جانور ذبح کر کے اور ان کے لیے نذر و نیاز وغیرہ مان کر۔ اس تعلق سے اسکالر علی زہرانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اس طرح لوگ مردوں کی خدمت میں لگ گئے، ان کی قبروں کو آباد کر کے، ان پر مزارات تعمیر کر کے، انہوں نے اپنی محنتیں اور مال و دولت (اسی راہ) میں لگا دیا، انجام کار زندوں کی تعلیم و تربیت، ان کے لیے باوقار زندگی کے وسائل کی فراہمی اور اس امت کو مضبوط و پائدار کرنے کی فکر یکسر فوت ہو گئی جس کے دشمن باہر بیٹھے ان کے برے وقت کے منتظر ہیں[216]۔

---

[216] الانحرافات العقدیۃ: ۳۱۰ مع اختصار

بلکہ اس خطرناک اعتقادی بے راہ روی نے لوگوں کو اس حد تک گرا دیا کہ گزشتہ ہجری صدی میں صلیبی فوج کا حملہ انہیں زیر کرنے میں کامیاب ہو گیا، کیوں کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لیے مُردوں پر اعتماد کر بیٹھے اس لیے اللہ نے ان کو انہی کے حوالے کر دیا، اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انگریزوں نے جب یہ بھانپ لیا کہ لوگوں کو جذباتی طور پر خائف کرنے اور اپنی مزاحمت یا نکیر سے ان کی نظر کو پھیرنے کے لیے توکل، ایمان بالقدر، زہد و قناعت، زندگی کی خوشیوں اور دنیا(کی رنگینیوں) سے بے زاری کے نام پر قبر پرست صوفیت کی فکر کو ان پر حاوی کرنا بڑا کارگر ثابت ہو سکتا ہے، تو انہوں نے قبر پرستی کی فکر کو ہوا دینے کے لیے پوری قوت صرف کر دی تاکہ مسلمانوں کو پس خاک ڈال کر تقدیر، توکل اور خود سپردگی کی آڑ میں غیر ملکی قبضہ اور تسلط کے فرمانبردارانہ رویہ سے خوش ہو سکیں، "اسی لیے مصر کے اندر قبضہ جمانے والی فوجوں نے اپنی سرگرمیوں (کو کارگر بنانے کے لیے) صوفی طریقت کے حاملین کو استعمال کیا ، جس سے وزارت داخلہ پر قبضہ جمانے میں انہیں کافی مدد ملی، جس کی وجہ سے بعد میں انہیں (صوفی) طریقت پر قابض ہونے، ان کے حرکات ونشاطات، اسلوب و انداز سے واقف ہونے اور انہیں اس سمت میں پھیرنے میں کامیابی ملی جو استعماری قوت کے لیے (اپنے پر پھیلانے میں) زیادہ سے زیادہ کارگر اور سود مند تھی، استعماری قوتوں کو صرف اتنا کرنا پڑا کہ جس ملک میں انہیں اپنا تسلط جمانا تھا وہاں کے صوفی طریقت کے حاملین کو انہوں نے اپنے آغوش میں لے لیا"[217] ، پھر اس ملک پر قبضہ جمانا آسان ہو گیا۔

[217] مقالہ: سیف السیاسۃ بین نصرۃ الحق ومظاہرۃ الباطل" از: عبد العزیز مصطفی' سے ماخوذ' بحوالہ:" دمعۃ علی التوحید":۲۰۵

اس کی ایک اور مثال فرانسیوں کی ہے جسے مصطفی کامل جو ملکِ مصر کے بہادر ہیں، نے اپنی کتاب "المسالۃ الشرقیۃ" میں ذکر کیا ہے، انہوں نے ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"ٹیونیشیا کے شہر قیروان پر فرانسی سامراجیت کے تعلق سے یہ ایک مشہور بات ہے کہ: ایک فرانسی شخص نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام سید احمد الہادی رکھا، شرعی علم کی تحصیل میں محنت وجاں فشانی کی یہاں تک کہ ایک بلند مقام پر فائز ہو گیا، قیروان کی ایک بڑی مسجد میں امام مقرر ہوا، جب فرانسی فوج شہر سے قریب ہوئی تو شہر کے باشندے دفاع کے لیے تیار ہو گئے، اور اس امام کے پاس یہ کہنے کے لیے آئے کہ مسجد کے اندر جس پیر کی قبر ہے، جن کے بارے میں وہ (ولی اللہ) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان سے اس معاملے میں آپ مشورہ طلب کریں، چناں چہ سید احمد مزار کے اندر داخل ہوا، پھر باہر آیا اور انہیں پیش آنے والے مصائب ومشکلات سے ڈرانے لگا، اور کہنے لگا: پیر صاحب آپ لوگوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ سرینڈر کر دیں، کیوں کہ شہر کی سپردگی اور مغلوبیت لازمی ہے، چناں چہ اس سادہ لوح قوم نے اس کی بات مان لی، اور شہرِ قیروان کا ذرا بھی دفاع نہ کیا، بلکہ ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۸۸۱ء کو اس شہر میں فرانسی فوج پورے امن واطمینان کے ساتھ داخل ہو گئی[218]۔

شیخ عبد العزیز بن فیصل الراجحی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

صلیبی نصرانیوں نے گزشتہ صدی میں ان خرافات کو رواج دینے کی کوشش کی، لوگوں کو ان کے دین سے برگشتہ کر کے انہیں بت پرستی میں مبتلا کر دیا، ان سامراجوں کے تعلق سے ان پر جو ذمہ

---

[218] " التصوف بین الحق والخلق"، محمد فہر شقفہ، ص ۲۱۱، ماخوذ از: " أفيون الشعوب الإسلامية، النتائج والآثار" و"دمعة على التوحيد": ۷۷-۷۸

داری عائد ہوتی تھی ان سے انہیں غافل کر دیا، بایں طور کہ قبروں کے پاس وہ جو خرافات انجام دیتے تھے، انہیں (ان کی نگاہوں میں) مزین کر کے (انہیں مصروف رکھا)۔

یہاں تک کہ جزائر کے چند باشندوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ جب فرانسیوں نے جزائر پر قبضہ جمایا تو وہ کچھ ایسے مزاروں اور قبروں کے پاس بالقصد جایا کرتے تھے جن میں مدفون حضرات بزرگی اور صالحیت میں مشہور تھے، وہاں لوگوں کو جمع کرتے، پھر ان کی طرف توپ چھوڑتے، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اسے نشانہ بنا کر مسمار کرنا چاہتے ہیں، مکاری میں اس توپ کو خالی بارود سے بھرتے، پھر اسے چھوڑتے، جس سے توپ کی آواز گونجتی، تاکہ حاضرین کو لگے کہ وہ مزار کو جالگی ہے، پھر دیکھتے تو مزار اپنی جگہ باقی رہتا، جس کی وجہ سے مزار سے ان کا تعلق اور اس سے متعلق ان کا عقیدہ مزید بڑھ جاتا!

شیخ احمد بن حسن باقوری مصری ازہری (وفات: ۱۴۰۵ھ) نے قبروں کو سجانے سنوارنے، ان پر گنبد اور مسجدیں تعمیر کرنے کی ممانعت سے متعلق اپنے ایک فتوی میں ذکر کیا ہے کہ ایک بڑے مشرقی نے انہیں ایشیا میں نوآبادکاری کے بعض طریقوں کے بارے میں بتایا جن میں سے یہ بھی تھا کہ ہندوستان سے وسیع وکشادہ علاقے کے راستے عراق کی طرف آنے والے قافلوں کو سامراج لوگ ایک نئی سمت کی طرف موڑنا چاہتے تھے جہاں ان کی غرض وغایت مطلوب ہوتی، وہ پوری کوشش کرتے کہ یہ قافلے اپنی پرانی سمت کے بجائے نئی سمت کی طرف جائیں، لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتے، یہاں تک کہ انہیں ایک ایسا حیلہ مل گیا جس نے ان قافلوں کو اپنی سمت بدل کر نئی سمت اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا، وہ یہ کہ ان سامراجوں نے اس نئے راستے میں جہاں وہ ان قافلوں کو موڑنا چاہتے تھے، جگہ جگہ مزارات اور گنبدیں تعمیر کر دیں، پھر یہ افواہ پھیلا دیا کہ ان مزاروں میں نیک وبزرگ اولیاء مدفون ہیں، اور ان کی فلاں فلاں کرامتیں رونما ہوئی ہیں، یہ افواہ

ہر جگہ پھیل گئی، اور مصر و عراق کے اندر یہ خبریں آگ کی طرح نشر ہو گئیں، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ راستے معمور اور آباد ہو گئے!

اس قصہ کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اسے باقوری کی طرف منسوب کیا ہے، جیسا کہ "تحذیر المساجد": ۱۴۸-۱۴۹ میں ہے[219]۔

ان درویشوں نے ان حملہ آور سامراجوں کا بہترین انعامات سے استقبال کیا، چناں چہ وہ-ملک میں-ان کی موجودگی کا جواز فراہم کیا کرتے تھے، تاکہ لوگوں کے سامنے ان کی بقاء کو جائز ٹھہرا سکیں، معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مصر کے بعض صوفی مشائخ ۱۹۱۹ء کے انقلاب میں (مؤثر شخصیات سے) اس مطالبہ پر ان کا دستخط لیتے تھے کہ مصر کے اندر انگریزوں کو رہنے دیا جائے! ان مشائخ میں (سمانیہ) طریقت کے پیرو بزرگ محمد ابراہیم الجمل بھی سر فہرست تھا[220]۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں پر دشمنوں کے تسلط اور ایک صدی سے زائد عرصہ تک روئے زمین پر اسلامی آبادکاری کی تعطلی کا ایک بنیادی سبب قبروں اور مزاروں کی تعظیم تھا، واللہ المستعان۔

پچاسویں دلیل: جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں ان کی دلیل یا تو جدید شبہات سے عبارت ہے جیسے ضعیف اور منگھڑت احادیث، یا عقلی شبہات، خود ساختہ تجربات، یا قصوں، حکایتوں یا منامات پر مبنی ہے، ان تمام چیزوں پر نہ تو دین کے فروعی مسائل میں اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ دین کے اصولی مسائل میں، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ گمراہ لوگ نصرانی مشرکوں کے ہم مثل ہیں، ان کی دلیل یا تو ضعیف یا موضوع احادیث ہے، یا ایسے لوگوں کی منقولات جن کا قول قابلِ حجت نہیں، یا تو ان پر جھوٹ باندھی جاتی ہے، یا ان کی کوئی غلط بات

---

[219] مجانبۃ أھل الثبور المصلین فی المشاھد وعند القبور: ۷۳۳-۳۳۹

[220] ماخوذ از: "سیف السیاسۃ بین نصرۃ الحق ومظاھرۃ الباطل" لعبد العزیز مصطفی، منقول از: "دمعۃ علی التوحید": ۲۰۴-۲۰۵

ہوتی ہے (جسے بطور دلیل نقل کیا جاتا ہے)، یہ ایک غیر مصدق قول ہوتا ہے جسے غیر معصوم شخص سے نقل کیا جاتا ہے، اگر وہ نبی ﷺ کی کسی ثابت حدیث سے حجت پکڑتے ہیں تو اسے اس کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں، اس میں جو متشابہ (چیز) ہوتی ہے، اسے لے لیتے ہیں، اور محکم کو ترک کر دیتے ہیں، جیسے نصاری کیا کرتے ہیں"[221]۔

راقم الحروف -اللہ اسے معاف فرمائے- کہتا ہے: "نبی ﷺ پر گھڑی گئی جھوٹی احادیث میں یہ بھی ہے: (جب تمہیں معاملات میں حیرانی وپریشانی ہو تو اہل قبور سے مدد طلب کرو)، اسے ابن کمال الباشا نے اپنی کتاب "الأربعین" میں تین نمبر حدیث کے تحت رقم کیا ہے۔

یہ روایت ان الفاظ میں بھی مروی ہے: جب تمہیں معاملات عاجز کر دیں تو تم اہل قبور سے رجوع کرو۔

نیز اس لفظ کے ساتھ بھی یہ منقول ہے: قبر والوں سے مدد حاصل کرو۔

ابن تیمیہ رقم طراز ہیں جیسا کہ "التوسل والوسیلۃ"[222] میں ہے:

"تمام حدیث کے جانکاروں کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور نبی ﷺ پر گھڑی گئی ہے، اسے حدیث کے کسی عالم نے روایت نہیں کیا ہے، اور نہ ہی حدیث کی کسی معتمد کتاب میں اس کا وجود ہے"۔

راقم الحروف: اسی طرح یہ حدیث: (اگر تم میں سے کوئی پتھر سے حسن ظن رکھے تو اس کے لیے وہ نفع بخش ثابت ہو گا) بھی باطل ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں، ابن تیمیہ نے "مجموع الفتاوی[223]" میں اسے موضوع قرار دیا ہے، آپ ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں: وہ حدیث جسے بعض جھوٹے اور کذاب لوگ روایت کرتے ہیں: (اگر تم میں سے کوئی پتھر سے حسن ظن رکھے تو اس کے لیے وہ نفع بخش ثابت ہو گا)

---

[221] الاستغاثۃ فی الرد علی البکری: ۲/۵۸۷

[222] ص: ۲۹۷، تحقیق: ڈاکٹر ربیع بن ھادی المدخلی، ناشر: مکتبۃ لینۃ- دمنہور، مصر، سنہ ۱۴۱۲ھ

[223] ۲۴/۳۳۵

اہل علم کے اتفاق کے مطابق وہ جھوٹی اور منگھڑت حدیث ہے، بلکہ یہ ان بت پرستوں کا قول ہے جو پتھروں سے حسن ظن رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو، سب دوزخ کا ایندھن بنو گے، تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ: اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

خلیل علیہ السلام نے فرمایا:

ترجمہ: ابا جان! آپ ان کی پوجا کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنیں، نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔

اللہ تعالی نے بچھڑا کے پجاریوں کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا۔

نیز اللہ تعالی نے خلیل علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

ترجمہ: یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟

ان مشرکوں نے پتھر سے حسن ظن رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم واصل ہوں گے، بندہ کو اپنے پروردگار سے حسن ظن رکھنا چاہئے.... صحیح مسلم میں آیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں: (تم میں سے ہر شخص اسی حال میں مرے کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھتا ہو)۔[224] انتہی[225]۔

---

[224] مسلم (۲۸۷۷)

[225] جامع المسائل لشیخ الاسلام ابن تیمیہ، المجموعۃ الخامسۃ، ص:۱۰۴-۱۰۶، مع انحصار، تحقیق: محمد عزیز شمس، ناشر: دار عالم الفوائد–مکہ

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں کی فتنہ انگیزی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: (ان میں سے[226] جھوٹی اور منگھڑت احادیث بھی ہیں جنہیں صنم کے پجاری قبر پرستوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے، یہ احادیث دین حنیف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی رسالت کے منافی ہیں، مثلا یہ حدیث: (جب تمہیں معاملات عاجز کر دیں تو قبر والوں سے رجوع کرو) اور یہ حدیث: (اگر تم میں سے کوئی پتھر سے حسن ظن رکھے تو وہ اس کے لئے نفع بخش ثابت ہو گا)، اور اس طرح کی دیگر وہ احادیث جو دین اسلام کے منافی ہیں اور جنہیں مشرکوں نے گھڑا اور ان کے ہم مثل گمراہ جاہلوں میں ان کا رواج عام ہوا، اللہ نے اپنے رسول کو (یہ حکم دیکر) مبعوث کیا کہ پتھروں سے حسن ظن رکھنے والوں کو قتل کر دیا جائے، (اس لیے) آپ نے اپنی امت کو ہر طریقے سے قبروں سے بچایا"[227]۔

آپ نے موضوع احادیث کے ضمن میں یہ احادیث بھی ذکر کی:

"(تم میں سے جو پتھر سے حسن رکھے گا وہ اس کے لیے نفع بخش ثابت ہو گا) یہ حدیث ان مشرکوں کی وضع کردہ ہے جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں"[228]۔

ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: "اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے"[229]۔

شیخ البانی نے اسے: موضوع کہا ہے[230]۔

---

[226] یعنی قبروں کی فتنہ انگیزی کے اسباب میں سے

[227] إغاثۃ اللھفان: ۳۸۷-۳۸۸

[228] "نقد المتون والمحک الممیز بین المردود والمقبول": ۱۳۲، تحقیق: عبد الرحمن بن یحیی المعلمی الیمانی، ناشر: دار العاصمۃ- ریاض۔

[229] اسے ملا علی قاری نے "الأسرار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ" میں ۳۷۶ نمبر کے تحت ذکر کیا ہے، جو کہ "الموضوعات الکبری" کے نام سے مشہور ہے، تحقیق: محمد بن لطفی الصباغ، ناشر: المکتب الاسلامی۔

[230] السلسلۃ الضعیفۃ: ۴۵۰

اسے شیخ مرعی الکرمی نے اپنی کتاب "الفوائد الموضوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ"[231] میں، القتنی نے اپنی کتاب " تذکرۃ الموضوعات "[232] میں اور الأزہری نے اپنی کتاب " تحذیر المسلمین من الأحادیث الموضوعۃ علی سید المرسلین"[233] میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح سخاوی نے "المقاصد الحسنۃ"[234] میں، ملا علی قاری نے "الموضاعات"[235] میں اور عجلونی نے "کشف الغطا"[236] میں ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث کی کسی بھی متعبر کتاب میں اس حدیث کا ذکر نہیں آیا ہے، اور نہ اس کی کوئی اسنادی حقیقت ہے، بلکہ قبر پرستوں کے درمیان نسلاً بعد نسل اور قرناً بعد قرن منتقل ہوتی آئی ہے، یہ محض ایک من گھڑت حدیث ہے جس (کی نسبت) نبی ﷺ کی طرف جھوٹی ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ حدیث اور اس معنی کی دیگر احادیث دین کے اصول کے منافی ہیں، کیوں کہ دین اسلام کے تعلق سے یہ ایک مشہور و معروف بات ہے کہ اس کی بنیاد صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے سوا تمام معبودوں کی عبادت کو ترک کرنے پر ہے۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنا چاہئے کہ جو احادیث میں نے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سی جھوٹی احادیث غیر اللہ کی عبادت کے باب میں روایت کی جاتی ہیں، یہ ان احادیث کے حصر واحاطہ کا مقام نہیں ہے، اس لیے ہر حال میں اس سے ہوشیار و خبر دار رہنا ضروری ہے، کیوں کہ ہر وہ بات جو دین کے

---

[231] حدیث نمبر: ۱۸۸، تحقیق: عبد الوہاب عبد اللطیف، ناشر: دار الکتب العلمیۃ

[232] ص ۲۸، ناشر: دار إحیاء التراث العربی - لبنان

[233] ص ۱۲۸، تحقیق: محی الدین مستو، ناشر: دار ابن کثیر - دمشق

[234] حدیث نمبر: ۸۸۳، تحقیق: محمد عثمان الخشت، ناشر: دار الکتاب العربی - لبنان

[235] حدیث نمبر: ۳۷۶

[236] حدیث نمبر: ۲۰۸۷، تحقیق: احمد القلاش، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ - بیروت

کسی اصول کے منافی ہو، وہ نبی ﷺ پر باندھی گئی جھوٹ ہے، کیوں کہ دین اسلام میں کسی طرح کا تناقض نہیں پایا جاتا۔

اکاونویں اور آخری دلیل: غیر اللہ کو پکارنے کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایسا کرنے والا اپنے آپ کو اللہ کی اس فرحت وخوشی سے محروم کرلیتا ہے جو اس کے اللہ کی طرف متوجہ ہونے، اس کے سامنے خود گھٹنے ٹیکنے اور اس سے بلاواسطہ دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اس کے بجائے وہ اپنے ہی جیسے کسی مخلوق کے سامنے جاکر گھٹنے ٹیکتا ہے، جس کے بس میں نہ کچھ ہے اور نہ وہ کسی بھی طریقے سے اس کو پالنہار سے قریب کر سکتا ہے، یہ ایک معلوم بات ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے اس وقت بے حد خوش ہوتا ہے جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خواہ اس کے گناہ آسمان کی بلندی تک کیوں نہ پہنچے ہوئے ہوں، اللہ عزیز وبرتر حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ عزیز وبرتر فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں، اوراگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوجاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اوراگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آجاتا ہوں"[237]۔

---

[237] بخاری (۷۴۰۵)، مسلم (۲۶۷۵)

خاتمہ:

جو نقلی اور عقلی دلائل گزشتہ صفحات میں پیش کئے گئے ان سے ہمارے سامنے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا باطل و بے بنیاد عمل اور شرک اکبر ہے جو دینِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ایسا کرنے والا یہود و نصاری اور صنم پرستوں کی طرح ہے، اگرچہ نماز وروزہ کا پابند اور بزعم خویش مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

الحمد للہ کتاب "غیر اللہ سے دعا کرنا باطل عمل ہے-پچاس دلیلوں کی روشنی میں" مکمل ہوئی، اللہ اسے مؤلف، [مترجم]، قاری اور ناشر کے لیے نفع بخش بنائے۔

والله أعلم وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا-

اہم ترین مصادر ومراجع

1. المصنف فی الأحادیث والآثار، عبد اللہ بن ابی شیبۃ، تحقیق: محمد بن عبد السلام بن شاہین، ناشر: مکتبۃ دار الباز-مکہ

2. المنتخب من مسند عبد بن حمید، تحقیق: مصطفی العلوی، ناشر: دار بلنسیۃ-ریاض

3. دلائل النبوۃ، احمد بن حسین البیہقی، تحقیق: ڈاکٹر عبد المعطی امین القلعجی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت، طباعت دوم۔

4. الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین، مقبل بن ہادی الوادعی، ناشر: دار الآثار-صنعاء، سنہ ۱۴۲۶ھ۔

5. الرد علی الإخنائی، ابن تیمیہ، تحقیق: احمد بن مونس العنزی، ناشر: دار الخراز-جدۃ

6. الاستغاثۃ فی الرد علی البکری، ابن تیمیہ، تحقیق: عبد اللہ السہلی، ناشر: مدار الوطن-ریاض، طباعت دوم۔

7. إغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان، ابن القیم، تحقیق: علی بن حسن بن عبد الحمید، ناشر: دار ابن الجوزی-دمام

8. الداء والدواء، ابن القیم، تحقیق: علی بن حسن عبد الحمید، ناشر: دار ابن الجوزی-دمام، سنہ ۱۴۲۵ھ۔

9. مدارج السالکین، ابن القیم، تحقیق: عبد العزیز بن ناصر الجلیل، طباعت دار طیبۃ-ریاض

10. المجموع المفید فی نقض القبوریۃ ونصرۃ التوحید، جمع: ڈاکٹر محمد بن عبد الرحمن الخمیس، ناشر: دار اطلس-ریاض

11. تأسیس التقدیس فی کشف تلبیس داود بن جرجیس، عبد اللہ ابا بطین، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ-بیروت

12. السیف المسلول علی عابد الرسول، عبد الرحمن بن محمد بن قاسم

13. سیف اللہ علی من کذب علی أولیاء اللہ، صنع اللہ بن صنع اللہ حلبی حنفی، تحقیق: علی رضا بن عبد اللہ بن علی رضا، ناشر: مدار الوطن-ریاض

14. دمعۃ علی التوحید، ناشر: المنتدی الإسلامی-لندن

15. جہود علماء الحنفیۃ لإبطال عقائد القبوریۃ، شمس الدین الأفغانی، ناشر: دار الصمیعی-ریاض

16. زیارۃ القبور عند المسلمین، سالم بن قطوان العبدان، ناشر: دار غراس-کویت